www.paksociety.com

سرکاری درباری

ملک صفدر حیات

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے... پڑھا ہے، سنا ہے اور اب زیر نظر کہانی میں بھی سو فیصد درست ثابت ہو رہا ہے۔ اگر کسی چیز پر دل آجائے تو وہ اُسے حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پیر مارتا ہے... یہ اور بات کہ نہ ہاتھوں کی سمت سیدھی اور نہ ہی پیروں تلے بچھے رستوں کی کوئی منزل ہوتی ہے۔ ایسے میں کچھ حاصل ہو یا نہ ہو مگر تباہی اور رسوائی دل و جان سے فدا ہو جاتی ہے۔ وہ جو اپنی طاقت کے زعم میں بسنے والی رعایا کو چٹکیوں میں مسل دیتے تھے بالآخر قدرت کے زندان میں یوں قید ہوئے کہ تمام اونچی اڑانیں ذلت کی پستیوں میں کہیں دفن ہو گئیں کیونکہ... جہاں ملک صفدر حیات جیسے پولیس افسران اپنی ڈیوٹی کو ایمانداری اور حب الوطنی کے جذبات سے ادا کریں وہاں انصاف ملنا ہرگز دشوار نہیں ہو سکتا۔

مالکان کے حکم پر ناچنے والے ایک سرکاری درباری کا عبرت ناک انجام

اطلاع اتنی سنسنی خیز تھی کہ میں نے آناً فاناً تیاری کی اور ایک کانسٹیبل کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچ گیا۔ آج کی جدید دنیا میں اسے کرائم سین کا نام دیا جاتا ہے لیکن ہمارے زمانے میں یہ جائے وقوعہ یا جائے واردات یا مختصراً موقع کہلاتا تھا۔ وہ سادہ دور تھا اور ہماری تفتیش کا انداز بھی سادگی اور پرکاری لیے ہوتا تھا۔ آج کل تو جدید ٹیکنالوجی اور ماڈرن طور طریقوں کے طفیل تفتیش کا رنگ ڈھنگ ہی بدل کر رہ گیا ہے تاہم تھانوں کے ٹرائل روم میں اب بھی وہی ''روایتی جھلک'' نظر آتی ہے۔

وہ دُہرے قتل کی ایک لرزہ خیز واردات تھی۔ اس وقت شام کے پانچ کا وقت ہوگا۔ دوپہر ڈھل چکی تھی لیکن فضا میں موجود حدت کے باعث یونہی محسوس ہوتا تھا کہ جیسے سورج ابھی سر پر ہی ٹھہرا ہوا ہے۔

جائے وقوعہ چودھری مبارک علی کا ڈیرا تھا۔ چودھری مبارک کا تعلق موضع شہزاد کوٹ سے تھا اور مذکورہ ڈیرا، گاؤں کے جنوب میں تاحدِ نظر پھیلے ہوئے کھیتوں کے درمیان واقع تھا۔ ان دنوں میری تعیناتی فرید آباد کے تھانے میں تھی جو موضع شہزاد کوٹ سے نزدیک ہی واقع تھا۔ ہم ایک تانگے میں بیٹھ کر پہلے موضع شہزاد کوٹ پہنچے اور پھر چودھری مبارک کے ساتھ اس کے ڈیرے کا رخ کیا تھا۔

مذکورہ ڈیرا تین کمروں اور ایک کشادہ صحن پر مشتمل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا۔ ایک کمرے میں ٹوٹے ہوئے نصب تھا۔ دوسرے کمرے میں مختلف زرعی آلات اور پھٹا کارہ سامان بھرا ہوا تھا جبکہ تیسرے کمرے کی ترتیب سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ رہائش کے مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کمرے میں ایک چارپائی کے علاوہ ایک میز اور دو کرسیاں بھی موجود تھیں۔ دونوں مقتولین کی لاشیں مذکورہ چارپائی پر پڑی ہوئی تھیں۔ ان لاشوں کو اجلی سفید چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا جو ایک طرف سے خون آلود تھی۔ میں جیسے ہی چارپائی کی جانب بڑھا، چودھری مبارک نے اضطراری لہجے میں کہا۔

''ایک منٹ ملک صاحب.....''

میں رک گیا اور سوالیہ نظر سے چودھری کو تکنے لگا۔ ڈیرے پر نصف درجن کے قریب افراد جمع ہو گئے تھے اور لوگوں کی آمد کا یہ سلسلہ جاری تھا۔ اس سنسنی خیز واقعے نے گاؤں میں کھلبلی مچادی تھی۔ میری سوالیہ نظر کے جواب میں چودھری نے وہاں موجود افراد کو کمرے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ فوراً سے پیشتر اس کے حکم کی تعمیل کی گئی اور پلک جھپکتے میں وہ کمرا خالی ہو گیا۔ صرف میں، چودھری مبارک اور میرے ساتھ آنے والا کانسٹیبل اس کمرے میں باقی رہ گئے۔

چودھری نے کانسٹیبل جاوید کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''کاکا! تھوڑی دیر کے لیے تم بھی باہر چلے جاؤ۔''

جاوید کی عمر بیس بائیس سال تھی لیکن وہ اپنی صحت، قد کاٹھ اور چہرے کی معصومیت کے باعث پندرہ سولہ سے زیادہ کا نہیں لگتا تھا جبھی چودھری نے اسے کاکا بامعنی بچہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

جاوید نے چودھری کے حکم کی تعمیل سے پہلے متذبذب انداز میں میری جانب دیکھا تو میں نے گردن کے اشارے سے اسے باہر جانے کی ہدایت کردی۔ وہ میرے اشارے کی تائید میں خاموشی کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

چودھری نے کمرے کا دروازہ بند کیا پھر میری جانب مڑتے ہوئے بولا۔ ''ملک صاحب! ان دونوں لاشوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ سرِعام تماشا لگایا جائے۔''

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور چارپائی پر چادر کے نیچے ڈھکی لاشوں کی جانب بڑھ گیا۔ چودھری بھی میرے ساتھ تھا اور اس نے جب چادر کو ایک کونے سے پکڑ کر کھینچا تو میری نگاہ ایک شرم ناک منظر سے ٹکرا کر بے اختیار چھک گئی۔

وہ ایک مرد اور ایک عورت کی لاشیں تھیں جو ایک مخصوص انداز میں ایک دوسرے کے قریب تھیں۔ ان کے جسم لباس سے بے نیاز تھے۔ کہتے ہیں، عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے تاہم فطری لباس میں وہ دونوں اپنی کہانی بہ زبانِ خاموشی خود ہی سنا رہے تھے۔

''میں نے اسی لیے لوگوں کو کمرے سے باہر نکالا ہے۔'' چودھری کی دھیمی اور بوجھل آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''کون ہیں یہ دونوں؟'' میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

چودھری نے جواب دیا۔ ''نواز تو میرا ملازم ہے۔'' اس کا اشارہ برہنہ مرد کی سمت تھا۔ ''یہ ادھر ڈیرے پر ہی ہوتا تھا اور یہ پینو ہے..... پروین عرف پینو حنیف کی بیوی ہے۔''

''آپ کے تعارف سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ یہ دونوں میاں بیوی نہیں ہیں۔'' میں نے چودھری کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی آپ ہی بتائیں گے کہ ان دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟''

''آپ خود ہی اندازہ لگالیں.....'' چودھری نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ ''ظاہر ہے، یہ کوئی جائز تعلق یا رشتہ تو ہو نہیں سکتا۔'' میں نے گمبھیر انداز میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

چودھری نے لوگوں کو کمرے سے باہر بھیج کر واقعتاً عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ مقتولین کی حالت ایسی نہیں تھی کہ انہیں عام نمائش کے لیے پیش کیا جاتا۔ اس وقت میرا پورا بدن پسینا اگل رہا تھا۔ یہ موسم کی شدت نہیں بلکہ حالات کی حدت کا نتیجہ تھا۔ موقع کی کارروائی بہت ضروری تھی لہٰذا میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

میں نے پندرہ بیس منٹ کے جائزے کے بعد اس حقیقت کو پالیا کہ پینو اور نواز کو بے خبری میں موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ میرے محتاط اندازے کے مطابق جب وہ دونوں اپنی غیر نصابی سرگرمی میں مشغول تھے تو کسی نے بھرا ہوا ریوالور ان کے جسموں میں خالی کردیا تھا۔ دونوں کے جسموں کے بالائی حصے خون میں تر بہ تر تھے۔ یہ دُہرے قتل کی سنگین واردات، بادی النظر میں شدید انتقامی کارروائی کا نتیجہ نظر آتی تھی۔

پینو اور نواز کی خون آلود لاشوں کو دیکھ کر مجھے دلی صدمہ ہوا۔ اب چاہے وہ دونوں زندگی سے بہت دور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

جا چکے تھے مگر کچھ عرصہ پہلے وہ بھی جیتے جاگتے انسان ہوا کرتے تھے۔ پینو کے چہرے کے نقوش اسے ایک غیر معمولی حسین لڑکی ظاہر کرتے تھے۔ نواز بھی وجیہہ وشکیل دکھائی دیتا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور ان دونوں کی لاشوں کو دوبارہ چادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر چودھری مبارک کی طرف دیکھتے ہوئے گمبھیر لہجے میں سوال کیا۔

''یہ کس بدبخت کا کارنامہ ہوسکتا ہے؟''

''یہ تو آپ کو پتا چلانا ہے ملک صاحب.....!''

میں نے پوچھا۔ ''آپ کا ذہن کیا کہتا ہے چودھری صاحب؟''

''میرا دھیان تو حنیف کی طرف جا رہا ہے۔''

''یعنی پینو کے شوہر کی جانب؟''

''ایسی غیرت مندانہ کارروائی کوئی شوہر ہی کرسکتا ہے۔'' وہ اپنی ایک ٹانگ کو دباتے ہوئے بولا۔

''کیا آپ نے اس سلسلے میں حنیف سے کوئی پوچھ تاچھ کی ہے؟'' میں نے استفسار کیا۔

وہ دوبارہ اپنی ٹانگ کو سہلاتے ہوئے بولا۔ ''میں نے اس کی طرف ایک بندہ دوڑا دیا تھا لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ حنیف اس وقت گھر کے اندر موجود نہیں۔''

''وہ اپنے گھر میں نہیں ہے۔'' میں نے پُرسوچ انداز میں کہا۔ ''اس کا مطلب ہے، اسے ابھی تک اس واقعے کی اطلاع نہیں ملی۔''

''اگر میرا اندازہ درست ہے تو.....'' چودھری ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔ ''تو پھر عین ممکن ہے، حنیف خود ہی اِدھر اُدھر ہو گیا ہو۔''

چودھری کی معنی خیزی نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ وہ حنیف ہی کو پینو اور نواز کا قاتل سمجھ رہا ہے۔ میں نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''چودھری صاحب! آپ دہرے قتل کی اس واردات کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟''

''کچھ زیادہ نہیں۔'' وہ ایک بار پھر اپنی ٹانگ کو دباتے ہوئے بولا۔

''کیا آپ کی ٹانگ کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے؟'' میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''ہاں.....'' اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور بتانے لگا۔ ''کچھ عرصہ پہلے یہ مسئلہ شروع ہوا ہے۔ حکیم اسے عرق النسا کہتا ہے۔''

''اوہ اچھا.....'' میں نے سرسری انداز میں کہا پھر اسے واپس موضوع کی جانب لاتے ہوئے اضافہ کیا۔ ''آپ کچھ بتانے جا رہے تھے؟''

''جی ہاں۔'' وہ بیزاری سے بولا۔ ''میں تو ادھر اپنی حویلی میں آرام کر رہا تھا۔ وحید گھبرایا ہوا میرے پاس آیا اور بتایا کہ ڈیرے پر کسی نے پینو اور نواز کو قتل کردیا ہے۔ میں فوراً حویلی سے ڈیرے پر پہنچا اور ان دونوں کی خون میں لت پت پڑی لاشوں کو دیکھ کر پلک جھپکتے میں سمجھ گیا کہ اپنی موت سے پہلے وہ کس کھیل میں مصروف تھے۔ میں نے وحید ہی کو حکم دیا کہ وہ ان کی لاشوں کو چادر سے ڈھانپ دے.....'' وہ لمحے بھر کے لیے متوقف ہوا پھر ایک گہری سانس خارج کرنے کے بعد اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''اس کے بعد ہی میں نے اپنے ایک بندے کو حنیف کی طرف دوڑایا تھا۔ جب وہ گھر میں نہیں ملا اور کھیتوں میں بھی کہیں دکھائی نہیں دیا تو میں حویلی آگیا اور ایک بندے کو آپ کے پاس اس واقعے کی اطلاع دینے بھیج دیا تاکہ آپ موقع پر پہنچ کر قانونی کارروائی کرسکیں۔''

''کیا نواز کی بیوی کو اس واقعے کی خبر ہے؟'' چودھری کے خاموش ہونے پر میں نے ایک اہم سوال کیا۔

''جی ہاں!'' اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ''نواز کی گھروالی کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ اس نے اپنے گھر میں رونا پیٹنا ڈال رکھا ہے۔ وہ ایک مرتبہ ڈیرے کا چکر بھی لگا کر گئی ہے لیکن میری ہدایت کے مطابق وحید نے اسے کمرے کے اندر گھسنے نہیں دیا۔'' ایک لمحے کو رک کر اس نے مجھ سے سوال کیا۔

''ملک صاحب! آپ ہی بتائیں، ایک بیوی کا اپنے شوہر کو ایسی حالت میں دیکھنا مناسب ہے کیا؟''

میں نے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔ ''قطعی مناسب نہیں۔''

''مریم، وحید سے بحث وتکرار کرتی رہی۔'' چودھری نے مزید بتایا۔ ''لیکن وحید میری ہدایت کے مطابق ایک ہی بات پر اڑا رہا کہ جب تک پولیس اپنی کارروائی مکمل نہیں کرلیتی، کسی بھی بندے کو لاشوں تک جانے نہیں دیا جاسکتا۔''

''یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔'' میں نے سراہنے والے انداز میں کہا پھر پوچھا۔ ''کیا آپ کا وہ بندہ، میرا مطلب ہے آپ کا وہ ملازم وحید اس وقت ڈیرے پر موجود ہے؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"نہیں جناب [illegible] ہے۔" وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے معذرت بھرے لہجے میں بولا۔ "ملک صاحب! آپ تفتیشی کارروائی مکمل کرنے کے بعد میری حویلی آجائیے۔ باقی کی باتیں وہیں بیٹھ کر کریں گے۔"

"کیا آپ حویلی جا رہے ہیں؟"

"جی....." وہ اپنی ٹانگ کو مسلتے ہوئے بولا۔ "میں اس کم بخت عرق النسا کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔"

"ٹھیک ہے، آپ حویلی جا کر آرام کریں۔" میں نے سرسری لہجے میں کہا پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

کانسٹیبل جاوید کو میں نے کمرے کے دروازے پر متعین کر دیا تھا تاکہ میری اجازت کے بغیر کوئی اندر داخل نہ ہو سکے۔ ڈیرے کے صحن میں موجود درجن بھر افراد لاشوں کا نظارہ کرنے کے لیے کافی بے چین دکھائی دیتے تھے۔ میں ان کی بے قراری کو بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ وہ فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور تھے۔ اس واردات کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ ان کا اشتیاق ان لمحات میں ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔

چنو اور نواز کی لاشوں کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد میں نے انہیں سرکاری اسپتال بھجوا دیا۔ لاشوں کے موقع واردات سے ہٹ جانے کے بعد وہاں موجود لوگوں کی بے چینی اور تجسس کو بھی قرار آ گیا۔ جب کانسٹیبل جاوید لاشوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا تو میں اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

وہ نیچی چھت والا بارہ بائی پندرہ کا ایک عام سا کمرا تھا۔ اس کمرے میں دروازے کے علاوہ دو پٹ والی ایک کھڑکی بھی موجود تھی۔ یہ کھڑکی کمرے کی عقبی جانب کھلتی تھی۔ میں نے مذکورہ کھڑکی کے پٹ کھول کر باہر کا جائزہ لیا۔

تاحدِ نگاہ مجھے کھیتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا دکھائی دیا۔ اس ڈیرے سے چند گز کے فاصلے پر ایک نہر گزرتی تھی جو بل کھاتی ہوئی شمال کی سمت چلی جاتی تھی۔ میں چند لمحات تک اس فطری منظر میں کھویا رہا پھر میں نے اس کھڑکی کو بند کر دیا۔ اس کھڑکی کا سائز تین ضرب پانچ فٹ رہا ہوگا۔ اس کھڑکی میں کسی قسم کی آہنی سلاخیں یا جالی وغیرہ نصب نہیں تھی گویا..... اس کے راستے کمرے میں کسی بھی شخص کی..... آمد و رفت ممکن تھی۔

جس چارپائی پر سے چنو اور نواز کی لاشیں اٹھائی گئی تھیں، اس پر کوئی بستر وغیرہ نہیں بچھا ہوا تھا لہٰذا قتل کی اس واردات کے نتیجے میں وہ چارپائی بھی بے تحاشا خون آلود ہو چکی تھی حتیٰ کہ چارپائی کے نیچے کمرے کا کچا فرش بھی خون آلود تھا تاہم فرش پر گرنے والا خون جم کر خشک ہو چکا تھا۔ اس تمام تر کارروائی میں مجھے آلۂ قتل کا کہیں نام و نشان نظر نہ آیا۔ اس کمرے سے اور بھی کوئی ایسی شے دستیاب نہ ہو سکی جو دہرے قتل کی اس واردات پر روشنی ڈال سکتی۔ ضروری کارروائی مکمل کرنے کے بعد میں کمرے سے باہر نکل آیا اور دروازے کو بند کرنے کے بعد کنڈی لگا دی۔

ڈیرے کے صحن میں موجود افراد کے چہرے تجسس سے چمک رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے سنسنی خیز سوالات جھلکتے تھے۔ میں نے ان پر تنقیدی نگاہ ڈالی اور پکی عمر کے ایک شخص کو اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ وہ مجھے ایک سمجھدار... اور بردبار شخص نظر آیا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چاچا! کیا نام ہے تمہارا؟"

"وزیر بخش جناب۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم بھی موضع شہزادکوٹ ہی میں رہتے ہو؟"

"جی سرکار۔"

میں نے استفسار کیا۔ "تم کرتے کیا ہو؟"

"مائی باپ! اولاد جوان ہو گئی ہے۔ اب سب کچھ وہی کرتے ہیں۔" اس نے بڑی رسان سے جواب دیا۔ "میرے بیٹے کہتے ہیں، ابا اب ہم کام کریں گے۔ تم آرام کرو اور گھومو پھرو....."

"چاچا وزیر! تم تو کسی بادشاہ سے کم نہیں ہو۔" میں نے تعریفی نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ "ایسی فرماں بردار اور صالح اولاد تو قسمت والوں کو ملتی ہے۔"

"بس جی، اللہ کا کرم ہے۔" وہ سادگی سے بولا۔

وزیر بخش بہت گہرا شخص تھا۔ ہمیں دھیمے لہجے میں باتیں کرتے دیکھ کر وہاں موجود افراد بے کلی کا شکار نظر آنے لگے تھے۔ اس مشکل کا حل نکالنے کے لیے میں نے وزیر بخش سے کہا۔

"چاچا..... تم میرے ساتھ آؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے دوسرے کمرے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ اس کمرے کے اندر مختلف نوعیت کے زرعی آلات اور ناکارہ سامان بھرا ہوا تھا۔ کمرے کا معائنہ اور آلۂ قتل کی تلاش جاری رکھتے ہوئے میں نے وزیر بخش سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"کتنی عجیب بات ہے چاچا! آج کل کی اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کا خیال نہیں رکھتی۔ انہیں یہ بھی خیال نہیں آتا کہ ایک دن ان کو بھی بوڑھا ہونا ہے۔"

"یہ تو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" وہ سادگی سے بولا۔

میں نے کہا۔ "چاچا! تمہاری اولاد کے بارے میں سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کیا میں تم سے ذاتی نوعیت کا کوئی سوال کر سکتا ہوں؟"

وہ قدرے الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "جی ضرور۔ آپ پوچھیں، کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم میرے علم میں اضافہ کرنے کی غرض سے مجھے بتانا پسند کرو گے کہ تم نے کن اصولوں کی بنیاد پر اپنی اولاد کی تربیت کی ہے؟"

"اصولوں وصولوں کا تو مجھے پتا نہیں تھانے دار صاحب۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ "اس سلسلے میں، میں نے بزرگوں کے ایک ٹوٹکے پر عمل کیا ہے اور سو فیصد نتیجہ پایا ہے۔"

"ٹوٹکا....." میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "کون سا ٹوٹکا چاچا؟"

"رزقِ حلال..... کا ٹوٹکا۔" وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "میرے بزرگوں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ اپنی بیوی اور بچوں کو ہمیشہ رزقِ حلال کھلانا۔ میں نے ساری زندگی اسی نصیحت پر عمل کیا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ میرا بڑھاپا بہت آرام اور سکون سے گزر رہا ہے۔"

وزیر بخش نے ایک حقیقت، ایک آفاقی اصول بیان کیا تھا جس سے انکار ممکن نہیں تھا۔ اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں کہ حصول رزقِ حلال عین عبادت ہے۔

میری تلاش اور جستجو دوسرے سے تیسرے کمرے میں پہنچی... آلۂ قتل کے حصول کے سلسلے میں مجھے وہاں بھی کوئی کامیابی نہیں ملی۔ اس کمرے میں ٹیوب ویل کا انجن نصب تھا۔ اس کے علاوہ تیل کا ڈرم اور انجن کے مختلف مکینیکل پرزہ جات بھی نظر آرہے تھے۔ میں تھانے سے روانہ ہوتے وقت ایک تھیلا بھی اپنے ساتھ لے آیا تھا جس میں ہتھکڑی اور تالا بھی موجود تھا۔ میں نے جائے وقوعہ والے کمرے کے دروازے پر سرکاری تالا ڈال دیا۔ اس سرکاری مہر کے بعد کوئی بھی شخص اس کمرے کو کھولنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے وہاں موجود افراد کے بیان بھی لیے لیکن ایسی کوئی کام کی بات سامنے نہ آسکی جو اس دہرے قتل کی واردات پر روشنی ڈال سکے۔ ڈیرے سے موضع شہزاد کوٹ کی جانب جاتے ہوئے میں نے وزیر بخش سے بھی متعدد سوالات کیے جن کے اس نے تسلی بخش جواب دیے۔ اس خوش بخت بڈھے سے حاصل ہونے والی معلومات میرے لیے گراں قدر اہمیت کی حامل تھیں لیکن سرِدست میں آپ کو ان انکشافات کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ کہانی کا تقاضا ہے۔

☆☆☆

موضع شہزاد کوٹ پہنچنے کے بعد میرا رخ خود بخود حنیف کے گھر کی جانب ہو گیا حالانکہ چودھری مبارک نے مجھے اپنی حویلی آنے کی دعوت دی تھی لیکن میں حنیف کی خبر گیری زیادہ ضروری سمجھتا تھا۔ چودھری کی زبانی مجھے صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ حنیف اس وقت اپنے گھر پر موجود نہیں اور نہ ہی وہ کھیتوں میں کہیں دکھائی دیا ہے۔

حنیف کا گھر گاؤں کے وسط میں واقع تھا۔ اس کے دروازے پر پہنچتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اندر بہت سے لوگ موجود ہیں۔ میں نے متعدد افراد کے آپس میں تیز تیز باتیں کرنے کی آوازیں سن لی تھیں۔ میری دستک کے جواب میں درمیانے قد کاٹھ کے ایک شخص نے دروازہ کھولا۔

مجھ پر نگاہ پڑتے ہی وہ شخص ایک دم گھبرا گیا۔ اس شخص کے ردِعمل نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے تیز نظروں سے اسے گھورا اور پوچھا۔

"کیا حنیف تمہارا ہی نام ہے؟"

ان لمحات میں اس شخص کے ڈرے ہوئے ردِعمل سے میرا دھیان خود بخود حنیف کی طرف چلا گیا تھا۔ میں یہی سمجھا تھا کہ وہ گھر آگیا ہے اور مجھ پر نگاہ پڑتے ہی پریشان ہو گیا ہے۔ اس شخص نے بہت جلدی اپنی کیفیت پر قابو پالیا اور میرے سوال کے جواب میں بتایا۔

"جی..... میں شوکت ہوں..... حنیف کا سالا ہوں۔"

"حنیف کو باہر بھیجو۔" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

حنیف کے ہم زلف شوکت نے جواب دیا۔ "وہ تو ابھی گھر نہیں پہنچا جناب۔ ہم لوگ بھی اسی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"کہاں چلا گیا وہ.....؟" میں نے شوکت کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "وہ ادھر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کھیتوں میں بھی کہیں نہیں ہے۔"

"ہمیں کچھ خبر نہیں۔" وہ سراسیمہ انداز میں دائیں بائیں گلی میں نگاہ دوڑاتے ہوئے بولا۔

"پھر کس کو خبر ہے؟" میں نے تیز لہجے میں دریافت کیا۔ "جس سے بھی پوچھو، وہ یہی جواب دیتا ہے۔ کیا حنیف کو زمین نے نگل لیا ہے یا آسمان کھا گیا ہے؟"

"آپ اندر آجائیں سرکار۔" وہ میری سنی ان سنی کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا۔ "اگر آپ تھوڑی دیر اور یہاں کھڑے رہے تو گلی میں ایک میلا سا لگ جائے گا۔"

اس نے ایک معقول بات کی تھی تاہم میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تمہارے ساڑھو نے کارنامہ ہی ایسا انجام دیا ہے کہ گلی کیا، پورے پنڈ میں بھی میلا لگ سکتا ہے۔"

بات ختم کرتے ہی میں شوکت کی معیت میں حنیف کے گھر کے اندر داخل ہوگیا۔ شوکت نے الجھن زدہ انداز میں کہا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ حنیف ایسی حرکت بھی کرسکتا ہے۔"

"تمہارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "جو ہونا تھا، وہ تو ہوچکا۔"

اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں حنیف کی بیٹھک میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے علاوہ شوکت اور اس کی بیوی سلمٰی بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو گھر کے اندرونی حصے تک محدود کردیا تھا۔ میری آمد سے قبل اس گھر کے اندر جو آس پڑوس کے لوگ جمع تھے، میری ہدایت پر شوکت نے انہیں رخصت کردیا۔

میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میرا نام ملک صفدر حیات ہے اور میں فرید آباد تھانے کا انچارج ہوں۔ آپ لوگوں کا گاؤں موضع شہزاد کوٹ میرے تھانے کی حدود میں آتا ہے۔"

شوکت نے گہری سنجیدگی کے ساتھ اپنے سر کو اثباتی جنبش دی لیکن خاموش رہا مگر اس کی بیوی خاموش نہ رہ سکی اور احتجاجی لہجے میں بولی۔

"تھانے دار صاحب! آپ نے قانونی کارروائی میں بہت جلدی سے کام لیا ہے۔ کم از کم حنیف کے واپس آنے کا تو انتظار کرلیتے۔ لاشیں تو بعد میں بھی اسپتال بھجوائی جاسکتی تھیں۔" بولتے بولتے وہ روہانسی ہوگئی۔ "میں تو..... اپنی بہن کا منہ بھی نہیں دیکھ سکی۔"

"کوئی شرم حیا ہے کہ نہیں۔" شوکت نے اپنی بیوی کو سرزنش کی۔ "تمہیں پتا ہے نا، پینو کو کس حالت میں قتل کیا گیا ہے۔ تم اس کا منہ دیکھ کر کیا کرلیتیں؟"

ان کی باہمی گفتگو سے مجھے یہ اندازہ قائم کرنے میں ذرا سی بھی دقت محسوس نہ ہوئی کہ وہ دونوں حالات کی نزاکت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ میں سلمٰی کے دکھ کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ حالات چاہے کچھ بھی ہوں لیکن پینو، سلمٰی کی چھوٹی بہن تھی جو اب اس دنیا میں باقی نہیں رہی تھی۔

"اپنی بہن کا منہ تم بعد میں بھی دیکھ سکتی ہو سلمٰی!" میں نے ہمدردی بھرے انداز میں کہا۔ "اصل میں، یہ دہرے قتل کی ایسی واردات ہے کہ مقتولین کی لاشوں کو زیادہ دیر تک جائے واردات پر رکھ کر تماشا نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ اوپر سے شدید گرمی کا موسم بھی کسی تاخیر کی اجازت نہیں دیتا۔" میں نے لمحاتی توقف کرکے ایک گہری سانس لی پھر سلمٰی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تسلی بھرے لہجے میں کہا۔

"فکر نہ کرو۔ پوسٹ مارٹم کے بعد دونوں لاشیں ان کے ورثاء کے حوالے کردی جائیں گی۔ پھر تدفین سے پہلے تم اچھی طرح اپنی چھوٹی بہن کا منہ دیکھ لینا۔"

"ہم ادھر چودھریوں کے ڈیرے پر بھی گئے تھے۔" سلمٰی نے بھرائی ہوئی آواز میں بتایا۔ "لیکن چودھری کے ملازم وحید نے ہمیں کمرے کے اندر نہیں جانے دیا۔ خدا کا غضب..... میری بہن قتل ہوگئی اور مجھے ہی اس کی لاش تک جانے سے روک دیا گیا۔"

"بے وقوفی کی باتیں نہ کرو سلمٰی....." شوکت نے تیز نظر سے بیوی کو گھورا۔ "لگتا ہے، تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔"

"شوکت! تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔ "واقعی، میرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ان حالات میں کسی کا دماغ کس طرح ٹھکانے پر رہ سکتا ہے۔"

"تم حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ قدرے سخت لہجے میں بولا۔ "پینو کی موت کا مجھے بھی بہت دکھ ہے لیکن جذباتی ہونے سے بات نہیں بنے گی۔ پینو نے تو ہماری ناک ہی کٹوادی ہے۔ اوپر سے تم شور شرابا مچا کر باقی کی کسر پوری کرنا چاہتی ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

شوکت علی مجھے خاصا معقول اور سمجھ دار انسان لگا۔ وہ موجودہ حالات کی نزاکت کو بہت گہرائی تک سمجھ رہا تھا اور اسی کے مطابق اپنی بیوی سے بات کر رہا تھا۔

''سلمٰی!'' میں نے تشفی بھرے لہجے میں شوکت کی بیوی کو مخاطب کیا۔ ''میں تم لوگوں کا دشمن نہیں ہوں۔ وحید کو چودھری مبارک ہی نے وہ ڈیوٹی سونپی تھی۔ اس نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا۔ مقتول نواز کی بیوی مریم بھی اپنے شوہر کا منہ دیکھنے وہاں ڈیرے پر پہنچی تھی لیکن آپ لوگوں کی طرح وحید نے مریم کو بھی کمرے کے اندر قدم نہیں رکھنے دیا۔ تم جذباتی ہونے کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ جو کچھ ہوا ہے، اس میں سب سے زیادہ بدنامی آپ ہی لوگوں کی ہے۔''

پتا نہیں، میری باتیں اس کی کھوپڑی میں بیٹھیں یا نہیں، بہرحال اس کے بعد اس نے واویلا نہیں مچایا اور خاموش ہو کر ہماری باتیں سننے لگی۔ شوکت نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

''تھانے دار صاحب! آپ کی باتوں سے محسوس ہوتا ہے کہ اس دہرے قتل کی واردات کے سلسلے میں آپ کا شک میرے ساڑھو حنیف پر ہے؟''

''میں اگر ایسا سوچ رہا ہوں تو اس میں غلط کیا ہے؟'' میں نے الٹا اسی سے سوال کر ڈالا۔ ''حالات و واقعات حنیف کی ہی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔ کیا تم بھی اسی انداز میں نہیں سوچ رہے؟''

''نن..... نہیں۔'' وہ جز بز ہوتے ہوئے بولا۔

''کیوں..... تمہارا ذہن اس انداز میں کیوں نہیں سوچتا؟ مجھے تو تم خاصے عقل مند انسان لگے ہو۔''

''تھانے دار صاحب!'' وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ ''میرا دھیان اگر حنیف کی طرف نہیں جا رہا تو اس کی ایک خاص وجہ ہے۔''

''اور وہ وجہ کیا ہے؟'' میں نے ٹٹولنے والے انداز میں پوچھا۔

''میں سمجھتا ہوں، حنیف اتنا بہادر نہیں ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

مجھے محسوس ہوا کہ شوکت نے ''بہادر'' کا لفظ ''غیرت مند'' کی جگہ استعمال کیا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کی مقتول بہن پینو کے حوالے سے کوئی ہلکی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

پینو کے لاابالی مزاج کے بارے میں چاچا وزیر بخش نے بھی مجھے بہت کچھ بتا دیا تھا اور اب شوکت کے محتاط انداز نے بھی مجھے بتا دیا تھا کہ وہ اپنی سالی کی ''حرکتوں'' سے خوش نہیں تھا۔

''شوکت!'' میں نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ ''بیوی کا معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ چوہے جیسا شوہر بھی غیرت کے جوش میں کنگ کانگ بن جاتا ہے۔ اگر حنیف کا اس دہرے قتل کی واردات میں کوئی ہاتھ نہیں تو پھر وہ کہاں غائب ہے؟''

''یہی بات تو میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہی جناب۔'' شوکت نے حیرت اور الجھن کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ کہا۔ ''میں نے خود بھی کھیتوں میں جا کر دیکھا ہے۔ وہ مجھے کہیں نہیں ملا اور اس کی بیل گاڑی بھی کہیں دکھائی نہیں دی۔''

''حنیف کی زمین کس طرف واقع ہے؟'' میں نے ایک فوری خیال کے تحت پوچھ لیا۔

اس نے مغرب کی سمت اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

''اس طرف کوئی پندرہ بیس منٹ کے پیدل فاصلے پر حنیف کی پانچ ایکڑ زرعی اراضی ہے۔ وہ آج اپنی بیل گاڑی کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ کہہ رہا تھا، وہ واپسی پر میرے اور اپنے جانوروں کے لیے سبز چارا بھی لے کر آئے گا۔''

''ہم بھی حنیف کے انتظار میں اپنا گھر چھوڑ کر ادھر ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔'' سلمٰی نے غمزدہ آواز میں بتایا۔ ''چھوٹے بچے کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔''

''بچہ.....'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کس کا بچہ؟''

''پینو کا بچہ جی۔'' سلمٰی نے میرے سوال کے جواب میں بتایا۔ ''میں اسی معصوم کی بات کر رہی ہوں۔ پینو کا ایک ہی بچہ ہے، احمد..... ہم احمد کو کس کے آسرے پر چھوڑ کر اپنے گھر جائیں۔ احمد دن میں بھی ہمارے گھر پر ہی تھا۔ شوکت کہتا ہے، ہم احمد کو اپنے ساتھ ہی لے جاتے ہیں۔''

''احمد آج دن میں آپ لوگوں کے گھر پر کیوں تھا؟'' میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''آج دوپہر میں جب پینو، حنیف کے لیے کھانا لے کر کھیتوں کی طرف جانے لگی تو اس نے ننھے احمد کو میرے پاس چھوڑ دیا تھا۔'' سلمٰی نے بتایا۔

میں نے پوچھا۔ ''احمد کی عمر کیا ہے؟''

''وہ چار سال کا ہے جی۔'' اس نے جواب دیا۔ ''میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تین بچے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ خوشی سے کھیلتا رہتا ہے۔"

"کیا تمہارا گھر بھی ادھر قریب ہی ہے؟"

"جی، ہم بھی اسی گلی میں رہتے ہیں۔" شوکت نے بتایا۔ "دو مکان چھوڑ کر ہمارا مکان ہے۔"

"ہوں....." میں گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر سلمٰی سے سوال کیا۔ "پینو آج دن میں کتنے بجے احمد کو تمہارے گھر میں چھوڑ کر کھیتوں کی طرف گئی تھی؟"

"میرا خیال ہے، اس وقت دن کے ساڑھے بارہ بجے ہوں گے۔"

"کیا وہ روزانہ اسی وقت حنیف کو کھانا دینے کھیتوں کی طرف جایا کرتی تھی؟" میں نے کرید کا عمل جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"جی اسی وقت۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "یا پانچ دس منٹ اوپر نیچے ہو سکتا ہے۔"

"اس نے آج کھیتوں کی طرف جاتے ہوئے تم سے کوئی خاص بات کی تھی؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

وہ ایک لمحہ سوچنے کے بعد بولی۔ "جی نہیں۔"

"کیا وہ روزانہ کھیتوں کی طرف جاتے ہوئے احمد کو آپ لوگوں کے پاس چھوڑ کر جاتی تھی؟"

ایک لمحے کو وہ مجھے متذبذب نظر آئی پھر بولی۔

"جی..... بالکل۔"

"کیا بات ہے سلمٰی!" میں نے اس کے چہرے پر نگاہ گاڑتے ہوئے سوال کیا۔ "تم مجھے کچھ الجھی ہوئی اور بے چین نظر آ رہی ہو۔ تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

"وہ جی..... دراصل، میں آپ کو ایک بات بتانا بھول گئی تھی۔" وہ کشمکش کی سی کیفیت میں بولی۔ "پتا نہیں، اس بات کی کوئی اہمیت بھی ہے یا نہیں....."

"بتاؤ، کیا بات ہے؟" میں نے بدستور اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "اہم اور غیر اہم کا فیصلہ میں خود کر لوں گا۔"

"پینو نے کھیتوں کی طرف جاتے ہوئے مجھے بتایا تھا کہ آج واپسی میں اسے تھوڑی دیر ہو جائے گی۔" وہ گلوگیر آواز میں بولی۔ "مجھے کیا پتا تھا کہ اسے اتنی دیر ہو جائے گی کہ پھر وہ کبھی لوٹ کر نہیں آ سکے گی۔"

بات کے اختتام پر اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔

"سلمٰی!" میں نے قدرے نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ "پینو نے تمہیں دیر سے واپس آنے کی کوئی وجہ تو بتائی ہوگی؟"

"جی بتائی تھی۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے غم ناک لہجے میں بولی۔ "اس نے کہا تھا کہ حنیف کو کھانا کھلانے کے بعد وہ چودھریوں کی حویلی جائے گی۔"

سلمٰی کی بات سن کر میں چونک اٹھا اور سوال کیا۔ "وہ چودھریوں کی حویلی کیوں جانا چاہتی تھی؟"

"چودھری مبارک نے کسی کام کے لیے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔" اس نے بتایا۔

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور سوالات کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "چودھری مبارک نے پینو کو کس کام سے اپنے پاس بلایا تھا؟"

"یہ تو اس نے مجھے نہیں بتایا۔" وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔ "اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اس سے پوچھا بھی نہیں۔" لمحاتی توقف کر کے اس نے ایک بوجھل سانس خارج کی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولی۔

"چودھری مبارک اس پنڈ کے مالک و مختار ہیں۔ وہ کسی کو کسی بھی کام سے اپنی حویلی میں بلا سکتے ہیں۔"

میرے ذہن میں ایک عجیب سا کھٹکا آ بیٹھا۔ وہاں ڈیرے پر تھوڑی دیر پہلے چودھری مبارک سے میری تفصیلی بات ہوئی تھی۔ میں نے اس سے دونوں مقتولین کے بارے میں متعدد سوالات کیے تھے۔ اگر اس نے پینو کو کسی کام سے اپنی حویلی میں بلایا تھا تو وہ اس کا ذکر ضرور کرتا اور اگر اس نے دانستہ اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے اور..... اس گڑبڑ سے چودھری اچھی طرح واقف ہے۔ چودھری کی طرف سے میرا ذہن ریڈ الرٹ ہو گیا۔ میں نے سلمٰی سے سوال کیا۔

"پینو تک یہ اطلاع کس نے پہنچائی تھی کہ چودھری مبارک نے کسی ضروری کام سے اسے حویلی پر بلایا ہے؟"

"عاشاں ماسی نے۔" سلمٰی نے بتایا۔

"یہ عاشاں ماسی کون ہے؟" میں نے پوچھا۔ "اور کہاں رہتی ہے؟"

"عاشاں کا اصل نام عائشہ ہے۔ وہ چودھری صاحب کی نوکرانی ہے اور ادھر حویلی ہی میں رہتی ہے۔"

میں نے چودھری مبارک اور ماسی عاشاں کے ناموں پر دائرے لگا کر انہیں اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ ان کے علاوہ بھی دو نام دائروں میں بند میرے ذہن میں محفوظ تھے اور وہ دو نام تھے..... حنیف اور وحید۔ میرے خیال میں ان چاروں افراد سے پوچھ تاچھ اس دہرے قتل کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

واردات پر روشنی ڈالے۔ اپنے بیٹے خیر ثابت ہو سکتی تھی۔

میں نے سلمٰی اور اس کے شوہر شوکت سے نواز کے بارے میں گھما پھرا کر مختلف سوالات کیے۔ انہوں نے میرے سوالات کے جواب میں نواز کی کھلم کھلا مخالفت نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے تسلی تشفی دے کر انہیں فارغ کر دیا۔

حنیف کے گھر سے نکلنے کے بعد میں نے آس پڑوس کے تین چار افراد سے بھی مختصر گفتگو کی تاہم دہرے قتل کی اس ہولناک واردات پر وہ کوئی روشنی نہ ڈال سکے البتہ ان میں سے بعض نے ڈھکے چھپے الفاظ میں پپو کی غیر نصابی سرگرمیوں کا جو نقشہ کھینچا، وہ چاچا وزیر بخش سے حاصل ہونے والی معلومات سے لگا کھاتا تھا۔

میں چودھری مبارک علی کی حویلی کی جانب بڑھنے لگا تو سلمٰی کا شوہر شوکت بھی میرے ہمراہ ہو گیا۔ اسی لمحے ایک گورا چٹا بچہ دروازے میں نمودار ہوا اور شوکت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''خالو..... میری اماں اور ابا کب آئیں گے؟''

مجھے یہ سمجھنے میں ذرا سی بھی دقت محسوس نہ ہوئی کہ وہ حنیف کا بیٹا احمد تھا۔ اس معصوم صورت کو دیکھ کر میرا دل کٹنے لگا۔ ماں باپ کے اعمال و افعال میں ننھے احمد کا کوئی حصہ نہیں تھا مگر اس کے نتائج سے وہ محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نوعیت کے معاملات میں قدرت کی مصلحتوں کو سمجھنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ اگر ایمان میں کہیں کوئی کمزوری موجود ہو تو انسان کو گمراہ ہوتے ایک لمحہ نہیں لگتا۔ میں بے اختیار آگے بڑھا اور احمد کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے دلار سے کہا۔

''بیٹا! ہم تمہارے ابا اور اماں کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم اندر جا کر اپنی خالہ کے بچوں کے ساتھ کھیلو۔''

ان حالات میں، میں اس بچے کے لیے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سرتاپا میرے سراپا پر ایک گہری نگاہ ڈالی پھر بڑی معصومیت سے مستفسر ہوا۔

''آپ پولیس ہیں؟''

میں نے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''جی بیٹا! میں پولیس ہوں۔''

احمد کے اس سوال سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ اس گھر میں میری آمد کے بعد پولیس کا تذکرہ ضرور ہوا تھا۔ اس نے ویران آنکھوں کے ساتھ مجھے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''میرے اماں ابا کہاں گم ہو گئے ہیں؟''

میرے پاس فی الحال احمد کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا لہٰذا اس کی تسلی کی خاطر میں نے کہہ دیا۔ میرا یہ جواب گول مول سا تھا۔

''بیٹا! ہم پتا چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

شوکت علی نے بہلا پھسلا کر احمد کو گھر کے اندر جانے پر آمادہ کر لیا۔ احمد کا معصوم ذہن اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا تھا کہ حالات کی ایک سفاک کروٹ نے اس کے نازک اور گداز قدموں کے سامنے کون سی پُرخار راہ بچھا دی تھی۔

شوکت علی، چودھری مبارک کی حویلی تک میرے ساتھ ہی آیا تھا۔ میں نے رخصت کرتے وقت خاص طور پر اسے ہدایت کی۔

''شوکت! تم سیدھا یہاں سے اپنے ساڑھو حنیف کے گھر ہی جانا اور ہمہ وقت گھر کے اندر ہی موجود رہنا۔ میں ادھر حویلی ہی میں بیٹھا ہوں۔ اس دوران میں اگر حنیف واپس آ جائے تو تم فوراً مجھے اطلاع دینا۔''

''ٹھیک ہے سرکار۔'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''آپ نے جیسا کہا ہے، میں ویسا ہی کروں گا۔''

''اور تم احمد کا بہت زیادہ خیال رکھو گے۔'' میں نے تاکیدی لہجے میں کہا۔ ''وہ بہت پیارا اور معصوم بچہ ہے۔''

''جی سرکار۔ وہ میرے لیے اپنے بچوں جیسا ہی ہے۔''

''فی الحال، پپو کے قتل کا ذکر پھیلانے کی ضرورت نہیں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اس سلسلے میں تم سلمٰی کو بھی اچھی طرح سمجھا دینا۔''

''آپ فکر ہی نہ کریں جناب۔'' وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ ''ادھر کے معاملات کو میں اچھی طرح سنبھال لوں گا۔ انشاء اللہ! آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔''

میں اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔

☆☆☆

چودھری مبارک کی حویلی بڑی عالیشان تھی۔ آج پہلی بار وہاں آنے کا اتفاق ہوا تھا۔ جب چودھری کو پتا چلا کہ میں آیا ہوں تو اس نے حویلی کے گیٹ پر آ کر بڑے تپاک کے ساتھ میرا استقبال کیا پھر میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک سجے سجائے ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ چودھری مبارک کی بیٹھک (ڈرائنگ روم) آرائش اور سجاوٹ کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھی۔ اس شان و شوکت کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ سلمٰی کے بقول چودھری مبارک موضع شہزادکوٹ کا واقعی مالک و مختار تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

رسمی علیک سلیک کے بعد میں نے پوچھا۔ ''چودھری صاحب! اب آپ کی ٹانگ کا کیا حال ہے؟''

''تھوڑا آرام ہے۔'' اس نے اپنی ٹانگ پر اس طرح ہاتھ پھیرا جیسے میرے یاد دلانے پر اسے یاد آیا ہو کہ اس کی مذکورہ ٹانگ کسی مرض میں مبتلا ہے۔ پھر اس نے سرسری انداز میں مجھ سے پوچھا۔ ''آپ بتائیں، بندہ گرفتار ہوا یا نہیں؟''

بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔ ''کون سا بندہ چودھری صاحب؟''

''ملک صاحب! میں حنیف کی بات کر رہا ہوں۔''

''اوہ اچھا!'' میں نے چونکنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تک تو وہ واپس نہیں آیا لیکن آپ فکر نہ کریں، میں نے ایسا بندوبست کر دیا ہے کہ وہ نامراد جیسے ہی گاؤں میں قدم رکھے گا، مجھے خبر ہو جائے گی۔''

چودھری پُرسوچ انداز میں گردن ہلا کر رہ گیا تاہم اس نے میرے ''بندوبست'' کے حوالے سے کوئی سوال کرنے کے بجائے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''آپ کے محکمے میں مخبری کا نظام بڑی تیزی سے کام کرتا ہے۔''

میں نے بھی اس کے اس بیان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور پوچھا۔ ''چودھری صاحب! آپ کا ملازم وحید کہاں ہے؟''

''کیوں.....؟'' اس نے چوکنے انداز میں مجھے دیکھا۔ ''خیریت تو ہے نا؟''

''سب خیریت ہے چودھری صاحب۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میں وحید سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ تھوڑی دیر پہلے ہی تو حویلی سے گیا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''کہاں گیا ہے؟''

''ادھر ڈیرے پر.....''

''عجیب اتفاق ہے چودھری صاحب۔'' میں نے چودھری مبارک کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جب میں نے ادھر ڈیرے پر آپ سے وحید کے بارے میں استفسار کیا تو وہ ادھر حویلی میں تھا اور اب میں حویلی میں بیٹھ کر اس کے بارے میں پوچھ رہا ہوں تو وہ ادھر ڈیرے پر پہنچا ہوا ہے؟''

''بالکل درست فرما رہے ہیں آپ۔ آپ اسے ایک اتفاق ہی سمجھ لیں۔'' لمحاتی توقف کر کے اس نے ایک گہری سانس لی پھر گہری سنجیدگی سے وضاحت کرنے لگا۔

''ملک صاحب! بات دراصل یہ ہے کہ وحید اور نواز کی میں نے ڈیرے پر ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ نواز گھر بار والا تھا اس لیے وہ رات کو اپنے گھر آ جایا کرتا تھا مگر وحید رات کو ادھر ڈیرے پر ہی رہتا تھا۔ وحید چھڑا چھانٹ ہے، کہیں بھی رہ جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج تو میں نے صدیق کو بھی اس کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ صدیق ابھی رات کو ڈیرے پر ہی رکے گا۔''

چودھری کی وضاحت سے میرا ذہن مطمئن نہیں ہو سکا۔ ایک فوری خیال کے تحت میں نے پوچھ لیا۔ ''صدیق اور وحید سوئیں گے کہاں؟ رہائشی کمرے کو تو میں نے سیل کر دیا ہے۔''

یہ صدیق نامی ملازم وہی شخص تھا جو اس دہرے قتل کی واردات کی اطلاع لے کر تھانے میرے پاس آیا تھا۔

''جناب! مجھے خبر ہے کہ آپ نے اس کمرے پر سرکاری تالا لگا دیا ہے جہاں دُہرے قتل کی یہ سنگین واردات ہوئی ہے۔'' چودھری نے میرے سوال کے جواب میں کہا۔ ''لیکن وہاں ڈیرے پر اس کے علاوہ بھی دو کمرے ہیں۔ ویسے آج کل موسم خاصا گرم ہے۔ یہ لوگ ڈیرے کے صحن میں بھی سو سکتے ہیں۔''

چودھری کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ ایک ٹرے بردار ملازم بیٹھک کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اس بندے نے اپنے ہاتھوں میں جو کنگ سائز کی ٹرے اٹھا رکھی تھی، وہ سامانِ خورونوش سے لدی پھندی نظر آ رہی تھی۔ چودھری کے اشارے پر اس ملازم نے وہ ٹرے میرے سامنے میز پر رکھی اور تمام تر اشیائے خورونوش میرے سامنے سجانے کے بعد خاموشی کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

''چودھری صاحب! یہ کیا ہے؟'' میں نے میز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اللہ کی نعمتیں ہیں۔'' وہ بڑی سادگی سے بولا۔

''مگر اتنا کچھ.....''

''کسی تکلف کی ضرورت نہیں ملک صاحب۔'' چودھری نے اپنائیت بھرے لہجے میں کہا۔ ''یہ ساری نعمتیں آپ کے لیے ہیں۔ آپ دل کھول کر ان کے ساتھ انصاف کریں گے تو آپ کی منصفی دیکھ کر مجھے خوشی ہوگی۔''

میرے لاکھ انکار اور اس کے کروڑ اصرار کے نتیجے میں، میں اپنے ہاتھوں کو حرکت نامی زحمت دینے پر مجبور ہو گیا کیونکہ اگر میں اپنی ضد پر ڈٹا رہتا تو یہ سیدھا سیدھا کفرانِ نعمت ہوتا۔

''آپ ادھر حنیف کے گھر پر اچھا خاصا وقت گزار کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آئے ہیں بلکہ حنیف کا سارا موشوت تو حویلی تک چھوڑنے بھی آیا تھا۔" چودھری نے میری طرف دیکھتے ہوئے معتدل انداز میں کہا۔ "اس دہرے قتل کی واردات کے حوالے سے کوئی اہم نکتہ آپ کے ہاتھ لگا؟"

اس کے سوال کا جواب دینے سے پہلے میں نے مذاق کے رنگ میں کہا۔ "چودھری صاحب! ہمارے ڈیپارٹمنٹ سے زیادہ فعال تو آپ کا مخبری کا نظام ہے۔"

"یہ سب کرنا پڑتا ہے ملک صاحب۔" وہ بڑے فخر سے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے بولا۔ "گاؤں کا نظام چلانا کسی سلطنت کے نظام سے کم نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی۔ "موضع شہزادکوٹ آپ کی سلطنت ہی ہے جہاں کے آپ مطلق العنان بادشاہ ہیں۔"

"میرے سوال کا آپ نے جواب نہیں دیا۔" وہ ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے تکنے لگا۔

"ایک سرا ہاتھ لگا تو ہے....." میں نے الجھن زدہ انداز میں کہا۔ "لیکن میں فی الحال وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس سے کچھ حاصل بھی ہوگا یا نہیں۔"

ایک دم چودھری کے کان (محاورتاً) کھڑے ہوگئے۔ سرسراتی ہوئی آواز میں اس نے مجھ سے استفسار کیا۔ "آپ کس سرے کی بات کر رہے ہیں ملک صاحب؟"

"چودھری صاحب! میں نے جو سرا پکڑا ہے....." میں نے لہجے کی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے دوسرے کنارے پر آپ کھڑے ہیں۔"

وہ اچھل پڑا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ملک صاحب؟"

"میں نے حقیقت بیان کی ہے چودھری صاحب!"

وہ بے حد محتاط لہجے میں بولا۔ "ملک صاحب! آپ کو جو کچھ بھی کہنا ہے، کھل کر کہیں....."

"مجھے پتا چلا ہے کہ پینو کو آج دوپہر میں آپ نے اپنے پاس حویلی میں بلایا تھا۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

یہ سن کر اس کا چہرہ متغیر ہوگیا تاہم اگلے ہی لمحے اس نے مجھ سے پوچھ لیا۔ "آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟"

"میں خبر کنندہ کے بارے میں بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے چودھری کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔ "پہلے آپ اس بات کی تصدیق یا تردید کریں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ بڑے اعتماد کے ساتھ بولا۔ "میں اس امر کی تردید کرتا ہوں۔"

اقوال زریں

☆ اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔

☆ کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں دیر نہ کرو۔

☆ ہر سانس موت کی طرف ایک قدم ہے۔

☆ دوست ہزار بھی کم ہیں اور دشمن ایک بھی زیادہ ہے۔

☆ جو دعا دوستوں کے لیے ان کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے، وہ رد نہیں ہوتی۔

☆ بے عقلی سب سے بڑی غریبی ہے۔

☆ دوست کی دوستی دیکھو، اس کے عیب نہ دیکھو۔

☆ کسی کا دل نہ دکھا کہ تیرے پہلو میں بھی دل ہے۔

☆ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔

☆ لوگ تمہیں شکل سے کم اور عقل سے زیادہ دیکھتے ہیں۔

☆ آسمان کی طرف دیکھو ضرور مگر یہ نہ بھولو کہ تمہارے پاؤں زمین پر ہیں۔

☆ عقل مند بات کرنے سے پہلے اور بے وقوف بات کرنے کے بعد سوچتا ہے۔

☆ تمہاری مسکراہٹ دشمن کو تباہ کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

☆ نیکی کرنے کے لیے وقت کا انتظار نہ کریں بلکہ خلوص دل سے خود موقع تلاش کریں۔

☆ کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی خوشیوں پر اپنی خوشیاں قربان کر دیتے ہیں۔

مرسلہ۔ سعید عباسی، بہاول پور

اجازت

"کیا تم نے اپنی بیوی کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ جیسے چاہے کرے؟"

"نہیں، وہ میری اجازت کے بغیر جیسے چاہے کرتی ہے۔"

مرسلہ۔ وزیر محمد خان، بٹل ہزارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''آج دوپہر میں جب پینو اپنے شوہر حنیف کے لیے کھانا لے کر کھیتوں کی طرف جانے لگی تو اس نے اپنے چار سالہ بیٹے احمد کو اپنی بڑی بہن سلمٰی کے حوالے کرتے ہوئے بتایا تھا کہ واپسی میں اسے دیر ہو جائے گی۔'' میں نے چودھری کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بتانا شروع کیا۔ ''جب سلمٰی نے اس سے اس تاخیر کا سبب پوچھا تو پینو نے اسے بتایا تھا کہ آپ نے اسے حویلی بلایا ہے.....''

''بدبخت نے جھوٹ بولا ہے۔'' چودھری میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بول اٹھا۔

''آپ کا بلاوا پینو تک آپ کی حویلی کی ایک ملازمہ ماسی عاشاں نے پہنچایا تھا۔''

''بالکل غلط۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا۔ ''آپ کو میری بات پر یقین کرنا چاہیے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔''

''لیکن.....'' میں نے متذبذب انداز میں کہا۔ ''پینو کو جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا؟''

''آپ پینو سے واقف نہیں ہیں ملک صاحب.....'' وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں واقعی پینو سے واقف نہیں ہوں۔'' میں نے سوالیہ نظر سے چودھری مبارک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟''

''پینو نے اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے.....'' اس نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا تو میں نے پوچھا۔

''آپ رک کیوں گئے چودھری صاحب؟''

''مرنے والے کی برائی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' وہ ٹالنے والے انداز میں بولا۔ ''ہر انسان کو اپنے اعمال کا خود حساب اور جواب دینا ہے۔''

''تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پینو کا چال چلن ٹھیک نہیں تھا؟''

''آپ نے اس کی لاش کو جس حالت میں دیکھا ہے، اس کے بعد اس کے کردار پر کچھ کہنے کے لیے باقی کیا رہ جاتا ہے؟'' چودھری کی معنی خیز سوالیہ نگاہ مجھ پر جم گئی۔

''چودھری صاحب! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں کسی بھی چیز کے بارے میں فوری طور پر کوئی رائے قائم نہیں کرتا۔'' میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں جب تک حالات و واقعات کو اپنے انداز میں تحقیق اور تفتیش کے مراحل سے نہ گزاروں، میں مطمئن نہیں ہوتا۔ خیر، آپ یہ بتائیں کہ.....'' میں نے ڈرامائی انداز میں توقف کر کے ایک گہری سانس لی پھر دوٹوک انداز میں استفسار کیا۔

''کیا آپ اس بات سے انکاری ہیں کہ آپ نے ماسی عاشاں کے ذریعے پینو کو آج دوپہر میں اپنی حویلی آنے کے لیے کہا تھا؟''

''میں ایک سو ایک بار اس بات سے انکاری ہوں۔'' وہ چٹانی لہجے میں بولا۔ ''اور میں اپنے کہے کو ثابت بھی کر سکتا ہوں۔''

''وہ کیسے؟'' میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''ماسی عاشاں اس وقت حویلی میں موجود ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔ ''میں اسے یہاں بلا کر ابھی آپ کا سامنا کراتا ہوں۔ آپ کو جو بھی پوچھنا ہو، پوچھ لیں اس سے۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔''

چودھری مبارک نے یہ دعویٰ اتنے اعتماد کے ساتھ کیا تھا کہ اگر یہ کوئی چھوٹا موٹا کیس ہوتا تو میں شاید کسی تصدیق کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتا اور فوراً اس کی بات پر یقین کر لیتا لیکن یہ دہرے قتل کی ایک سنگین واردات کا معاملہ تھا لہٰذا میں چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

آئندہ پندرہ منٹ کے اندر یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا۔ چودھری مبارک نے ماسی عاشاں کو وہیں بیٹھک میں طلب کر لیا تھا۔ عائشہ عرف ماسی عاشاں کی عمر ساٹھ کے آس پاس رہی ہوگی۔ پستہ قامت، گندمی رنگت اور فربہ بدن۔ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا کہ وہ جوانی میں خاصی تیز و طرار رہی ہوگی۔ بہرحال، دس پندرہ منٹ کی پوچھ تاچھ کے نتیجے میں عاشاں نے چودھری مبارک کے بیان کی تصدیق کر دی تھی۔ اس نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔

''تھانے دار صاحب! میں نے تو پچھلے تین چار دن سے پینو کی شکل تک نہیں دیکھی۔''

مجھے عاشاں کی بات پر یقین کرنا پڑا۔ چودھری نے عاشاں کو واپس بھیج دیا پھر میری جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ اس کے انداز سے ناگواری جھلکتی تھی۔

''ملک صاحب! اب تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ پینو کس قسم کی عورت تھی۔ جھوٹ اور چھل فریب تو اس کی نس نس میں رچا بسا تھا۔ جو عورت اپنے شوہر کی وفادار نہ ہو، اس سے اور کوئی کیا توقع کر سکتا ہے۔ بس..... اللہ معاف کرے جناب۔''

''ٹھیک ہے چودھری صاحب!'' اس کی بات کے اختتام پر میں نے کہا۔ ''یہ تو آپ نے ثابت کر دیا کہ پینو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کو آپ نے حویلی میں نہیں بلایا تھا لیکن میرے سننے میں یہ بھی آیا ہے کہ پینو گاہے بہ گاہے آپ کی حویلی کا چکر لگا لیا کرتی تھی۔''

آخری جملہ میں نے چودھری کا ردِعمل جاننے کے لیے ادا کیا تھا کیونکہ عاشاں والی وضاحت سے میری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دال میں کچھ کالا ہے۔

''ملک صاحب! میری حویلی میں تو پتا نہیں، کون کون چکر لگاتا رہتا ہے۔'' وہ بڑی رعونت سے بولا۔ ''ہاں، یہ سچ ہے کہ پینو بھی ہفتے میں ایک آدھ بار حویلی کا چکر لگا لیا کرتی تھی۔''

''اس کا کوئی خاص سبب؟'' میں نے پوچھا۔

''جی، سبب خاص ہی ہے۔'' وہ ٹھوس انداز میں بولا۔

میں سوالیہ نظر سے اسے دیکھنے لگا۔

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ ''آپ سے کیا پردہ ملک صاحب! وہ دراصل بات یہ ہے کہ میری بیوی شکیلہ کے جسم کا زیریں حصہ مفلوج ہے۔ حکیم جی نے شکیلہ کے لیے ایک خاص قسم کا تیل بنا کر دیا ہے اور ہدایت کر رکھی ہے کہ ہفتے میں ایک مرتبہ شکیلہ کے بدن پر اس تیل کی مالش ضرور ہونا چاہیے.....'' لمحے بھر کے لیے وہ سانس لینے کو تھما پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''مجھے پتا چلا تھا کہ پینو کے ہاتھوں میں غضب کا جادو ہے۔ میں شکیلہ کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ جب مجھے پینو کی اس صلاحیت کا علم ہوا تو میں نے فیصلہ کیا کہ اس کی خداداد صلاحیت سے ضرور فائدہ اٹھاؤں گا۔ یہ ہے سارا قصہ ملک صاحب!''

''ٹھیک ہے چودھری صاحب۔'' اس کے خاموش ہونے پر میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میں تو اپنے پیشے کے تقاضے نبھا رہا ہوں اسی لیے آپ سے ہر قسم کا سوال کرنے پر مجبور ہوں۔ اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو میں آپ سے.....''

''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ملک صاحب!'' وہ جلدی سے قطع کلامی کرتے ہوئے بولا۔ ''میں آپ کی محکمہ جاتی ذمے داریوں کو سمجھ سکتا ہوں۔ مجھے آپ کی کوئی بھی بات بری نہیں لگی۔ آپ کو میری حویلی کے دروازے ہمیشہ کھلے ملیں گے۔ آپ کا جب بھی دل چاہے، آپ کسی بھی قسم کی پچھ پرتیت کے لیے یہاں تشریف لا سکتے ہیں۔''

میں نے تہ دل سے کہا۔ ''بہت شکریہ چودھری صاحب۔''

اسرار

1906ء میں خلیل جبران نے بیس ڈالر ادھار لے کر اپنی تصویروں کی ایک نمائش منعقد کی۔ اس نمائش کو دیکھنے آنے والوں میں ایک خاتون مس میری ہسکل بھی تھی جس سے بعد میں جبران کی دوستی ہوگئی۔ جب خلیل جبران آرٹ کی مزید تعلیم کے حصول کے لیے پیرس جانے لگا تو اس خاتون نے اس کا کرایہ ادا کیا۔ ایک سوانح نگار کا کہنا ہے کہ اس احسان کے عوض جبران نے اس سے کہا کہ وہ ہر مسودہ ناشر کے پاس جانے سے پہلے ایک نظر دیکھ لیا کرے۔

جبران کا ناول..... ''ٹوٹے ہوئے پر'' ایم۔ ای۔ ایچ۔ ہاؤ ایور کے نام منسوب ہے جو اس کی جائداد کا منتظم تھا۔ اس کا اصرار ہے کہ جس امیر خاتون نے جبران کی مالی مدد کی، اس کا نام میری خوری ہے۔ جائداد کا وصی میری خوری کا ذاتی معالج تھا اور اس کے کمرے میں خلیل جبران کی بنائی ہوئی کئی تصویریں اور مجسمے دیکھ چکا تھا۔ ان پر جبران نے عربی میں لکھا تھا۔ ''کسی شخص کو شراب پینے کا طعنہ نہ دو..... کیا عجب وہ شراب نوشی سے بھی کسی زیادہ تلخ حقیقت کو فراموش کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔'' ڈاکٹر آگے چل کے لکھتا ہے کہ میری خوری اپنے نام خلیل جبران کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط کی اشاعت پر رضامند تھی۔ اس کا دعویٰ ہے۔ یہ خطوط ایک دوست کے حوالے کر دیے گئے تھے کہ انہیں مناسب ترتیب دے اور ان میں ضروری ردوبدل کر دے لیکن اسی اثنا میں وہ دوست اور پھر میری خوری بھی چل بسی اور خطوط گمنام ہاتھوں میں چلے گئے۔

میری خوری کے کہنے کے مطابق جبران نے زندگی کے آخری ایام میں کئی شامیں اس کے کمرے میں گزاریں۔

میری کے نام جبران کے خطوط کی موجودگی لبنان کے ایک اخبار نویس کے بیان سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے ان میں سے چند خطوط کا مطالعہ بھی کیا ہے اور میری خوری نے انہیں اشاعت کے لیے دینے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ جب میں نے اخبار نویس سے پوچھا کہ ان خطوط کی نوعیت محض کاروباری تھی یا یہ محبت نامے تھے۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ خطوط کاروباری نہیں محبت نامے تھے اس بیان کے باوجود خلیل جبران کی اس محسنہ کا وجود ایک اسرار سے کم نہیں۔ کوئی شخص وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کا نام میری ہسکل تھا یا میری خوری..... یا یہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے دو مختلف نام تھے؟

(خلیل جبران کے افکار پر مشتمل کتاب ''روح کے آئینے سے'' اقتباس)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آپ ماشاء اللہ، ایک تجربہ کار، ذہین اور جہاندیدہ پولیس افسر ہیں۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔ "اتنی سی بات کا تو آپ کو بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ پینو نے اپنے آشنا سے آشنائی حاصل کرنے کے لیے حویلی کا چکر لگانے والا جھوٹ بولا ہوگا۔ میرا اشارہ مقتول نواز کی طرف ہے..... آپ نے دونوں لاشوں کی حالت تو دیکھ ہی رکھی ہے۔"

میں نے اپنی گردن کو کچھ ایسے انداز میں حرکت دی جیسے اس کی وضاحت سے مجھے سو فیصد اتفاق ہو پھر میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چودھری صاحب! آپ کو میرا ایک کام کرنا ہے اور وہ یہ کہ آپ کا ملازم وحید تھوڑی دیر کے لیے مجھے چاہیے۔ آپ کل کسی وقت وحید کو میرے پاس تھانے بھیج دیں۔ میں اس کا تفصیلی بیان لینا چاہتا ہوں۔ وہ مقتول نواز کے ساتھ ڈیرے پر رہتا تھا اس لیے وہ نواز کے حالات اور معاملات سے اچھی طرح آگاہ ہوگا۔"

بات ختم کرتے ہی میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چودھری بھی میری تقلید میں کھڑے ہوتے ہوئے تعاون آمیز لہجے میں بولا۔

"جی ضرور..... میں کل وحید کو آپ کی طرف بھیجتا ہوں۔"

"بہت مہربانی آپ کی۔" میں نے کہا۔

"کیوں شرمندہ کرتے ہیں ملک صاحب۔" وہ جلدی سے بولا۔ "میں نے ہمیشہ قانون کا احترام کیا ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے سراہنے والے انداز میں کہا پھر قدم اٹھا دیے۔

"آپ صرف دو منٹ رک جائیں۔" وہ کسی فوری خیال کے تحت بولا۔

میں رک گیا اور پوچھا۔ "خیریت چودھری صاحب؟"

"سب خیریت ہے ملک صاحب۔" وہ مجھے روکنے کا سبب بیان کرتے ہوئے بولا۔ "آپ نے اپنے تانگے میں تو مقتولین کی لاشوں کو سرکاری اسپتال بھجوا دیا تھا۔ میں آپ کے لیے کسی سواری کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ شام ہو رہی ہے۔ آپ کہاں پریشان ہوتے پھریں گے۔"

میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد چودھری مبارک کے مہیا کیے گئے تانگے میں بیٹھ کر اپنے تھانے کی جانب روانہ ہو گیا۔

تھانے کی طرف جانے والا راستہ گاؤں کے بیچوں بیچ گزرتا تھا۔ جب میرا تانگا حنیف کے گھر سے چند گز کی دوری پر تھا تو ایک عورت اچانک ایک گھر سے نکل کر میرے تانگے کے سامنے آ گئی۔

کوچوان کو ہنگامی بنیادوں پر تانگا روکنا پڑا۔ وہ عورت اتنی تیزی سے تانگے کے سامنے آئی تھی کہ اگر کوچوان کو تانگے کو روکنے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی ہو جاتی تو گھوڑا مذکورہ عورت کو اپنے پاؤں تلے روند چکا ہوتا۔ اس عورت کا انداز خودکشی ایسا ہی تھا مگر ہوا میں اٹھے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ اس کی وہ حرکت تانگے کو روکنے کے لیے تھی۔

کوچوان نے برہمی سے کہا۔ "اس کا خصم تو حرام موت مر گیا۔ پتا نہیں، یہ کیا چاہتی ہے؟"

کوچوان کی بات نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ "کون ہے یہ بدبخت؟"

"یہ نواز کی بیوی مریم ہے تھانے دار صاحب۔" کوچوان رفیق عرف بابا فیکا نے میرے سوال کے جواب میں بتایا۔

اتنی دیر میں مریم سنبھل کر میرے نزدیک آ گئی تھی۔ اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"تھانے دار صاحب! آپ مجھ سے پوچھیں کہ میں کیا چاہتی ہوں....."

اس کے احتجاج میں غم کا عنصر شامل تھا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ کوچوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"فیکا نے بالکل ٹھیک سمجھا ہے۔ مجھے موت چاہیے۔ جب نواز زندہ نہیں رہا تو مجھے بھی جینے کا کوئی حق نہیں۔" اس کی آواز رندھ گئی۔ "ڈائن کھا گئی میرے خاوند کو....."

ڈائن کا لفظ یقیناً اس نے پینو کے لیے استعمال کیا تھا۔ مریم کو دیکھ کر مجھے عجیب سا محسوس ہوا۔ میں نے نواز کی لاش کا بغور معائنہ کیا تھا۔ وہ ایک وجیہہ اور دراز قامت مرد تھا جبکہ مریم اس کا پاسنگ بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ تیس پینتیس سال کی ایک پستہ قد اور سیاہ رو عورت تھی۔ اس کے جسمانی خطوط اور چہرے کے نقوش کے بیچ بھی کوئی توازن دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ ایک سو ایک فیصد بے جوڑ میاں بیوی تھے۔

اس وقت تک سورج غروب ہو چکا تھا لیکن ابھی اندھیرا پھیلنا شروع نہیں ہوا تھا۔ مریم کے اندازِ گفتگو سے میں نے فوراً اخذ کر لیا کہ اگر میں چند منٹ اس سے بات چیت کروں تو مجھے مفید معلومات حاصل ہونے کے روشن امکانات ہیں۔ میں تانگے سے نیچے اتر آیا اور مریم سے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"بی بی! تمہارا گھر کس طرف ہے؟"

"میں اسی گھر میں رہتی ہوں تھانے دار صاحب۔"

اس نے اسی دروازے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے تھوڑی دیر پہلے وہ برآمد ہوئی تھی۔

"میں تم سے اس ڈائن کے بارے میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے خاوند کو نگل گئی ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہارے گھر کے اندر بیٹھنے کی کوئی جگہ ہے؟"

میرے بھی منہ سے پینو کے لیے "ڈائن" کا لفظ سن کر مریم نے ایک آسودہ سانس لی۔ میرے الفاظ نے اس پر نفسیاتی اثر کیا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان جھلکنے لگا تھا۔

وہ جلدی سے بولی۔ "آپ آئیں تھانے دار صاحب۔"

ایک منٹ سے پیشتر میں مقتول نواز کی بیٹھک میں اس کی بیوہ مریم کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ وہ اس بات پر برہمی کا اظہار کرنے لگی کہ اسے نواز کی لاش تک جانے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے موقع محل کی نزاکت کو سامنے رکھ کر جب مناسب الفاظ میں اسے سمجھایا تو وہ پُرسکون ہوگئی۔ میں نے نفسیاتی حربے آزماتے ہوئے کہا۔

"مریم! تم نے پینو کو ڈائن کہا ہے۔ واقعی، وہ کسی ڈائن سے کم نہیں تھی۔ تم مجھے بتاؤ، ان دونوں کے بیچ یہ معاملہ کب سے چل رہا تھا؟"

"میں بہت دکھی عورت ہوں تھانے دار صاحب۔"

اس کے آنسو نکل آئے۔

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے تسلی بھرے انداز میں کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ میں ایک کالی کلوٹی عورت ہوں۔" وہ سسکی بھرتے ہوئے بولی۔ "نواز کو ایک سے بڑھ کر ایک گوری چٹی اور خوب صورت عورت مل سکتی تھی۔ میں نے کئی مرتبہ نواز سے کہا کہ وہ کسی حسین و جمیل عورت سے دوسری شادی کرلے۔ میں نوکرانی بن کر اس کے گھر میں پڑی رہوں گی اور ان دونوں کی خدمت کروں گی لیکن وہ کبھی دوسری شادی پر تیار نہیں ہوا۔ مجھے کیا پتا تھا....." وہ گلوگیر آواز میں بولی۔ "مجھے کیا پتا تھا کہ وہ گھر سے باہر کیا گل کھلاتا پھر رہا ہے۔"

ان لمحات میں مریم شدتِ جذبات سے بری طرح مغلوب تھی۔ وہ رکی تو میں نے اپنا سوال دہرانے میں ایک لمحے کی دیر نہیں کی۔

"مریم! مجھے بتاؤ، پینو اور نواز کے درمیان یہ کھچڑی کب سے پک رہی تھی؟"

"میں تو پینو کو اپنے شوہر کا قاتل سمجھتی ہوں تھانے دار صاحب۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں اس معاملے کو جلد از جلد نمٹا دوں تو تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "یہ ٹھیک ہے کہ تم پینو کو نواز کا قاتل سمجھتی ہو لیکن میں نے تم سے کچھ اور پوچھا تھا.....؟"

"جی....." وہ گھائل آواز میں بولی۔ "مجھے کچھ ہی عرصہ پہلے ان دونوں کے شیطانی تعلقات کے بارے میں پتا چلا تھا۔"

"کتنا عرصہ پہلے؟"

"یہ ایک مہینا پہلے کی بات ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ بات تمہیں کہاں سے پتا چلی تھی؟"

"مجھے وحید نے اس بارے میں بتایا تھا۔" اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

اس کے جواب نے مجھے چونکنے پر مجبور کردیا۔ میں نے سوال کیا۔ "تم اسی وحید کی بات کر رہی ہو نا جو چودھری مبارک کا ملازم ہے اور ادھر ڈیرے پر نواز کے ساتھ ہی ہوتا تھا؟"

اس نے اثبات میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

میں نے پوچھا۔ "وحید نے تمہیں کیا بتایا تھا؟"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے خاوند پر نظر رکھا کروں۔" مریم نے بتایا۔ "وحید کا خیال تھا کہ نواز اور پینو کے بیچ کوئی چکر چل رہا تھا۔ اسی نے مجھے بتایا کہ پینو اکثر نواز سے ملنے ڈیرے پر بھی جاتی رہتی ہے۔"

مریم نہایت ہی اہم انکشافات کر رہی تھی۔ میں نے گہری دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "تو کیا پھر تم نے نواز پر نگاہ رکھنا شروع کردی تھی؟"

"جی نہیں۔" اس نے نفی میں گردن ہلادی۔

"کیوں.....؟"

"سچی بات تو یہ ہے تھانے دار صاحب کہ مجھے وحید کے کہے کا یقین ہی نہیں آیا تھا۔" اس نے بتایا۔ "دراصل، پینو کے لچھن ہی ایسے تھے کہ اس کے ساتھ کسی بھی مرد کا نام جوڑ کر بڑی آسانی سے اسے بدنام کیا جاسکتا تھا لیکن....."

اس کا لہجہ یک بیک کڑوا ہوگیا۔ ایک لمحے کا توقف کرکے اس نے ایک بوجھل سانس خارج کی پھر بات مکمل کرتے ہوئے بولی۔

"آج والے شرمناک واقعے نے وحید کی بات کو سولہ آنے سچ کرکے دکھا دیا ہے..... میرے اعتماد کا جنازہ نکل گیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہے تھانے دار صاحب۔ اب میں جی کر کیا کروں گی۔"

"جینا اور مرنا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے مریم۔" میں نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "جب تک مالک نے زندگی لکھی ہوئی ہے تو موت نہیں آسکتی اور جب قدرت کی طرف سے واپسی کا وقت آجاتا ہے تو کوئی کسی کو بچا نہیں سکتا۔ انسان کو اپنے خالق کے پاس جانا ہی پڑتا ہے۔"

اس نے میرے اظہار پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ بس، دکھی نظر سے مجھے دیکھتی چلی گئی۔ میں نے مزید کہا۔

"تمہیں کم از کم وحید کے بیان کی تصدیق تو کرنا چاہیے تھی۔"

"میں اس حوالے سے نواز سے کچھ نہیں پوچھ سکتی تھی۔" اس نے بے تکا سا جواب دیا تو میں چونک اٹھا اور میں نے سوال کیا۔

"کیوں..... نواز سے بات کرنے میں تمہیں کیا دشواری تھی؟ تم دونوں میاں بیوی تھے۔ ایک چھت کے نیچے رہتے تھے۔ جہاں تم میں درجنوں دوسری باتیں ہوتی تھیں، وہاں ایک یہ بات کیوں نہیں.....؟"

"وہ جی....." وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی۔ "میں نے نواز سے اس لیے اس موضوع پر بات نہیں کی کہ وحید نے مجھے قسم دے رکھی تھی۔"

"کیسی قسم؟" میں نے استفسار کیا۔

"وحید نے واضح الفاظ میں مجھے کہا تھا کہ اس سلسلے میں اس کا نام کہیں نہیں آنا چاہیے۔" وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "وحید اور نواز کی دوستی بھی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کی دوستی میں کوئی کھٹائی پڑے اسی لیے اس نے مجھے سختی سے منع کر دیا تھا۔"

مریم کی بے وقوفی نما سادگی پر میں ایک افسوس ناک سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس کی وفاداری، فرماں برداری اور نواز کی خیانت پر دکھ بھی محسوس ہوا۔ دراصل مریم اور نواز کی جوڑی میں زمینی حقائق کے باعث اتنی زیادہ دوری تھی کہ مریم شوہر پرستی میں حد سے آگے بڑھ چکی تھی۔ اسے یہ خدشہ ہوگا کہ کہیں اس کی ذرا سی بات پر نواز اس سے روٹھ بھی سکتا ہے اور ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے بھی رخصت ہوسکتا ہے لہٰذا وہ اس کی ناراضی کے ڈر سے زبان بند رکھنے پر مجبور تھی۔

انسانوں کو انسانوں سے نمٹنے کے لیے آنکھیں کھلی رکھتے ہوئے عقل کا استعمال کرنا چاہیے۔ ہر شے اعتدال کے دائرے ہی میں اچھی لگتی ہے۔ حد سے متجاوز شوہر پرستی ہو یا بیوی پر اندھا اعتماد ہو..... یہ ہمیشہ نقصان دہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ ممکن ہے، آپ کو میری بات سے اتفاق نہ ہو۔ آپ اختلاف کا حق رکھتے ہیں لیکن میرا تجربہ یہ ہے کہ اندھا اعتماد اور اعتقاد صرف اور صرف خدا کی ذات پر ہی زیب دیتا ہے۔ انسان تو پھر انسان ہے، یہ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا ہے۔

میں نے اس گھر کے اندر طاری سناٹے کی روشنی میں مریم سے پوچھ لیا۔ "تم لوگوں کے بچے نہیں ہیں؟"

"نہیں جی۔" وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ابھی تک ہم بے اولاد ہیں۔"

"تم لوگوں کی شادی کو کتنا عرصہ ہوا تھا؟"

"لگ بھگ پانچ سال جی۔"

"تمہیں کسی پر شک ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"کیسا شک؟" وہ الجھن زدہ لہجے میں بولی۔

"مطلب یہ کہ....." میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے خیال میں نواز اور پینو کو کس نے قتل کیا ہوگا؟"

"تھانے دار جی....." وہ اپنے دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔ "مجھے مر کر اپنی قبر میں جانا ہے... میں خوامخواہ کسی کا نام لے کر اپنی مٹی گندی نہیں کرنا چاہتی۔"

"تم تو اپنی تباہی اور نواز کی بربادی کا ذمے دار صرف اور صرف پینو کو سمجھتی ہو۔" میں نے ایک دوسرے زاویے سے سوال کیا۔ "لیکن پینو اب اس دنیا میں نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ نواز کو پینو نے قتل نہیں کیا بلکہ ان دونوں کا قاتل کوئی اور ہے اور..... میں اسی قاتل تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"ان دونوں کا قاتل چاہے کوئی بھی ہو....." وہ ضدی لہجے میں بولی۔ "لیکن میں تو صرف اتنی بات جانتی ہوں کہ نواز کو پینو کی وجہ سے موت آئی ہے لہٰذا وہی چڑیل میرے خاوند کی قاتل ہے۔"

مریم کے ذہن کی حالت ایسی نہیں تھی کہ میں اس سے مزید جرح کرتا لہٰذا میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور کہا۔

"مریم! میں تمہارے شوہر کے قاتل کو جلد از جلد گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس دوران میں اگر تمہیں قاتل کے بارے میں کچھ پتا چلے تو مجھے ضرور بتانا۔"

نواز اپنے کردار کے حوالے سے جیسا بھی تھا لیکن مریم جیسی عورت کے لیے وہ کسی عظیم خزانے سے کم اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ نواز کی المناک موت نے اس کا سب کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

چھین کر اسے تہی دست و داماں کر دیا تھا۔

اس نے میری ہدایت پر عمل کرنے کا وعدہ کیا پھر پوچھا۔ ''نواز کی لاش مجھے کب تک مل جائے گی؟''

''اسپتال سے جیسے ہی مقتولین کی لاشیں تھانے پہنچیں گی، میں تمہیں خبر کردوں گا۔'' میں نے تسلی بھرے لہجے میں کہا۔ ''پھر تم میرے پاس آجانا۔ میں ضروری کاغذی کارروائی کے بعد نواز کی لاش تمہارے حوالے کردوں گا۔''

اس نے اثبات میں گردن ہلائی تاہم منہ سے کچھ نہیں بولی۔ میں مریم کے گھر سے نکلا اور تانگے میں بیٹھ کر حنیف کے گھر کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر شوکت کی زبانی مجھے پتا چلا کہ حنیف ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ مریم سے پوچھ تاچھ کے درمیان مجھے ایک بات پر حیرت بھی ہوئی تھی کہ اس اللہ کی بندی نے اپنے شوہر کے قتل کے حوالے سے ایک بار بھی حنیف کا نام نہیں لیا تھا حالانکہ..... بادی النظر میں قاتل کی حیثیت سے پینو کے شوہر حنیف ہی کی طرف دھیان جاتا تھا۔ مریم کا یہ انداز میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔

میں نے شوکت سے پوچھا۔ ''حنیف عموماً کتنے بجے تک گھر آجایا کرتا تھا؟''

''ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ رات ہوجائے۔'' اس نے بتایا۔ ''وہ دن کی روشنی ہی میں واپس آجاتا تھا۔''

خلافِ معمول حنیف کی غیر حاضری نما روپوشی اس کی ذات کے حوالے سے ان گنت شکوک وشبہات کو جنم دے رہی تھی۔ میں نے شوکت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں واپس تھانے جارہا ہوں اور تمہارے ذمے ایک اہم کام لگا کر جارہا ہوں۔''

وہ ہمہ تن گوش ہوگیا۔

میں نے کہا۔ ''جیسے ہی تمہارا ساڑھو حنیف واپس آئے، تم مجھے فوراً اطلاع دو گے۔''

''ٹھیک ہے جناب۔'' وہ فرماں برداری سے گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''آپ فکر نہ کریں تھانے دار صاحب۔ اس نالائق کو واپس تو آنے دیں۔ میں خود اسے کان سے پکڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا لیکن.....''

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تو میں نے جلدی سے پوچھا۔ ''لیکن کیا؟''

''مجھے یقین ہے کہ دہرے قتل کی اس واردات میں حنیف کا کوئی ہاتھ نہیں۔'' وہ بڑے اعتماد کے ساتھ بولا۔

''یہ تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''حنیف بہت ہی بزدل انسان ہے تھانے دار صاحب۔'' وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ ''اس نے آج تک ایک مچھر نہیں مارا، دو انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا تو بہت دور کی بات ہے اور وہ بھی دو جیتے جاگتے انسانوں کو گولیوں سے بھون ڈالنا۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ وہ پستول وغیرہ کہاں سے لایا ہوگا؟''

اس نوعیت کی باتیں شوکت اور اس کی بیوی سلمٰی پہلے بھی کرچکے تھے۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وقت بہت جلد اس بات کا فیصلہ کردے گا کہ کون قصوروار ہے اور کون بے گناہ!'' وہ اثبات میں گردن ہلا کر رہ گیا۔

میں تانگے میں بیٹھ کر تھانے کی جانب روانہ ہوگیا۔

☆☆☆

رات کے کھانے کے بعد میں نے عشا کی نماز ادا کی اور پھر جیسے ہی سونے کے لیے لیٹا تو میرے کوارٹر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے کانسٹیبل نصیر کی شکل نظر آئی۔ میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے بولا۔

''ملک صاحب! حنیف آگیا ہے۔''

''کیا وہ اکیلا ہی آیا ہے؟''

''اس کا ساڑھو شوکت بھی ساتھ ہے جناب۔'' کانسٹیبل نے بتایا۔ ''وہ لوگ چارے سے لدی ہوئی بیل گاڑی پر سوار ہوکر تھانے پہنچے ہیں۔''

''اوہ.....'' میں نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے، انہیں بٹھاؤ۔ میں آرہا ہوں۔''

''جی ملک صاحب!'' کانسٹیبل یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد جب میں عوامی لباس میں اپنے کمرے میں پہنچا تو حنیف اور شوکت کو میرے سامنے پیش کردیا گیا۔ میں نے باری باری دونوں کے چہروں کا جائزہ لیا پھر شوکت سے پوچھا۔

''کیا تمہاری اس سے کوئی بات ہوئی ہے؟'' میرا اشارہ حنیف کی جانب تھا۔

''باتیں تو بہت ہوئی ہیں تھانے دار صاحب۔'' اس نے بتایا۔ ''لیکن یہ تو قسمیں کھا رہا ہے کہ پینو اور نواز کے قتل میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میں نے تیز نظر سے حنیف کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''اس کا مطلب ہے، شرافت کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آسکے گی۔ مجھے تمہارے ساتھ کوئی غیر شریفانہ انداز ہی اختیار کرنا پڑے گا۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے آواز لگائی۔ ''بہادر علی! ذرا میرے کمرے میں آؤ۔''

بہادر علی میرے تھانے کے ایک سخت گیر حوالدار کا نام تھا۔ وہ اپنے مزاج میں ایسا تھا کہ اس کی ''کارروائی'' کے نتیجے میں پتھر بھی بولنے پر مجبور ہوجایا کرتے تھے۔ میرے لہجے کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے حنیف منت ریز لہجے میں بولا۔

''تھانے دار صاحب! میں نے کچھ نہیں کیا۔''

''سب پتا چل جائے گا۔'' میں نے کہا۔ ''ابھی تمہاری زبان ٹیپ ریکارڈر کی طرح چلنے لگے گی۔''

''جناب! ایک تو میری بیوی قتل ہوئی، اوپر سے آپ مجھے ہی پریشان کر رہے ہیں۔'' وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''یہ کیسا قانون ہے؟''

''سارے قانون قاعدے تمہیں ابھی پڑھا دیے جائیں گے۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنسناتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم آسانی سے چھوٹنے والے نہیں ہو۔''

وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ جب بہادر علی میرے کمرے میں داخل ہوا تو میں نے شوکت کو وہاں سے رخصت کردیا۔ میں نے کہا۔ ''تم ادھر باہر جاکر برآمدے میں بیٹھو۔ اگر تمہاری ضرورت محسوس ہوئی تو میں تمہیں اندر بلالوں گا۔''

اس نے فوراً میرے حکم کی تعمیل کی۔

میں نے حنیف کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے جارحانہ انداز میں کہا۔ ''ہاں بھئی، تیس مار خان! تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ تم شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود ہی سچ بتا دو گے یا حقیقت کو تمہارے اندر سے برآمد کرنے کے لیے مجھے کوئی خاص محنت کرنا پڑے گی؟''

''جناب! میں بالکل بے قصور ہوں۔'' وہ فریادی لہجے میں بولا۔ ''میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔''

''مگر مجھے تو تم پر ہی شک ہے۔'' میں نے کہا۔ ''وہ دوپہر میں تمہیں کھانا دینے گئی تھی اور پھر گھر نہیں پہنچی۔''

''جناب! یہ ٹھیک ہے کہ پینو دوپہر میں میرے لیے کھانا لے کر آئی تھی اور بالکل صحیح سلامت واپس گئی تھی۔'' اس نے بتایا۔ ''مجھے کیا پتا تھا کہ وہ.....''

وہ بولتے بولتے رکا اور ندامت سے گردن جھکالی۔ گردن کا یہ جھکاؤ ذلت اور رسوائی کے اس بوجھ کا نتیجہ تھا جو اس کی بیوی پروین عرف پینو نے اس پر ڈال دیا تھا۔ ان لمحات میں حنیف مجھے ایک مجبور اور بے بس شخص نظر آیا لیکن میں اپنے فرض سے مجبور تھا لہٰذا میں نے سوالات کا سلسلہ جاری رکھا۔

''کیا تمہیں پینو اور نواز کے معاملات کی خبر تھی؟''

''نن نہیں..... بالکل نہیں۔''

''دیکھو، اگر تم سچ بولو گے تو میں تمہارے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''ورنہ تم مجھ سے کسی رعایت کی توقع نہ رکھنا۔''

''جناب! میں نے آپ سے ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں کہا۔ آپ کو میری بات کا یقین کیوں نہیں آتا؟''

میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ ''آج دوپہر میں پینو کھانا لے کر کتنے بجے تمہارے پاس پہنچی تھی؟''

''اس وقت دوپہر کا ایک بجنے والا تھا۔'' اس نے جواب دیا۔

''وہ کتنی دیر تک تمہارے پاس رکی تھی؟''

''کوئی بیس پچیس منٹ۔''

''اس کا مطلب ہے، وہ سوا اور ڈیڑھ کے درمیان کسی وقت تمہارے پاس سے رخصت ہوئی ہوگی۔'' میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اس وقت دوپہر کا ڈیڑھ ہی بجا ہوگا۔''

''کیا تم نے آج پینو کے رویے میں کوئی خاص بات نوٹ کی تھی؟''

''نہیں جناب! میں نے تو ایسا کچھ محسوس نہیں کیا تھا۔''

''پینو کے جانے کے بعد تم کھیتوں میں کیا کرتے رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں اپنے اور شوکت کے جانوروں کے لیے چارا کاٹ رہا تھا۔''

''تم عموماً سورج غروب ہونے سے پہلے گھر واپس آجاتے ہو۔'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ ''آج کہاں غائب ہوگئے تھے؟''

''میں نظام آباد چلا گیا تھا۔'' اس نے بتایا۔ ''نظام آباد

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پرمغز تحریروں اور خوب صورت سلسلوں سے سجا اکتوبر 2016ء کا دلپذیر پاکیزہ

ماہنامہ

پاکیزہ

کراچی

انجم انصار اور **رفعت سراج** ..... کے قسط وار ناولوں کی دلفریب اقساط

درثمن بلال کا سلسلے وار ناول ..... **اے عشق ترے ہیں کھیل عجب** کا خوب صورت اختتام

خوب صورت عنوان اور پراثر بیان لیے **سحر ساجد** کا دلنشین ناولٹ ..... **من جانبازم**

سیما رضا ردا کی دلکش تحریر ..... **ہم کو عبث بد نام کیا** منی ناول کی صورت

محرم الحرام کی مناسبت سے **فلسفۂ شہادت** پر **اختر شجاعت** کا پرفکر مضمون

نزہت اصغر .....

وہ آئے بزم میں ..... ملاقات کرائیں گی معروف

رائٹر **ثمینہ عظمت علی** سے

اس کے علاوہ

شگفتہ شاہ، نیلم احمد بشیر کی خصوصی تحریروں کے ساتھ، سات پڑھیے **اُمِ ایمان، عقیلہ حق، عنیزہ سید، ہاجرہ ریحان، فرحین اظفر، نادیہ احمد، صدف آصف،** ودیگر مایہ ناز لکھاریوں کی حسین کاوشیں

دلچسپ معلوماتی اور تفریحی مستقل سلسلوں کا مجموعہ صرف آپ کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میں عارف سے مجھے کچھ رقم لینا تھی۔ یہ بات میں نے دن میں پینو کو بھی بتادی تھی کہ آج رات کو دیر سے گھر آؤں گا۔"

"پینو تو اب اس دنیا میں باقی نہیں رہی جو تمہارے بیان کی تصدیق کرسکے۔" میں نے ٹٹولنے والی نظر سے اسے دیکھا۔ "لیکن میں تمہاری بات کی صداقت جانچنے کے لیے نظام آباد جاسکتا ہوں۔"

"ضرور تھانے دار صاحب۔" وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ "عارف جب میرے بیان کی تصدیق کرے گا تو آپ کو میری بات پر یقین آجائے گا۔"

میری تجربہ کار نگاہ نے بتایا کہ حنیف دروغ گوئی سے کام نہیں لے رہا تھا۔ اس کی باتوں سے جھوٹ کی بو نہیں آتی تھی۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے میں نے حوالدار بہادر علی کو کمرے سے رخصت کردیا تاکہ حنیف آزادی اور بے خوفی سے بات کرسکے۔ بہادر علی کی موجودگی میں وہ خاصا ڈرا سہما کھڑا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" میں نے ایک کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا۔

اس نے ذرا سی ہچکچاہٹ کے بعد میرے حکم کی تعمیل کی پھر حیرت اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولا۔ "آپ تو بہت اچھے ہیں تھانے دار صاحب۔"

"میں اچھوں کے لیے اچھا اور بروں کے لیے برا ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے بندے دے پتر کی طرح میرے سوالوں کے بالکل سچے جواب دیے تو میں تمہیں زندہ سلامت واپس جانے کی اجازت دے دوں گا لیکن اگر مجھے محسوس ہوا کہ تم کوئی چکر دینے کی کوشش کررہے ہو تو میں پھر تمہیں بہادر علی کے حوالے کردوں گا۔ وہ تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بنا کر اپنی آنکھوں میں لگالے گا۔"

بہادر علی ایک تنومند، کرخت صورت اور چاق و چوبند حوالدار تھا۔ اس کی کمرے میں موجودگی نے حنیف کو خاصا متاثر کیا تھا۔ وہ بڑی سرعت سے نفی میں گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔

"نہیں تھانے دار صاحب! کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھ سے جو بھی پوچھیں گے، میں اس کا جواب دوں گا۔"

"سچا اور کھرا جواب؟" میں نے تصدیق طلب نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

"جی جی....." وہ سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے بولا۔

"سوہنے رب کی قسم!"

"قسم کھانے کی ضرورت نہیں۔" میں نے سرسری انداز میں کہا پھر پوچھا۔ "بتاؤ، تم آج جس کام سے نظام آباد گئے تھے وہ ہوا کہ نہیں؟"

"نہیں ہوا جی۔" وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "عارف نے ٹال دیا ہے۔ دس پندرہ دن کے بعد دوبارہ ادھر جاؤں گا۔"

"تم نظام آباد جانے کے لیے اپنے کھیتوں سے کتنے بجے روانہ ہوئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"لگ بھگ چار بجے جناب۔"

"حنیف!" میں نے ایک مرتبہ پھر تھوڑی دیر پہلے پوچھے گئے سوال کو دہرادیا۔ "کیا تمہیں پینو اور نواز کے غیر اخلاقی تعلقات کا علم تھا؟"

اس نے جواب دینے کے بجائے چونک کر اپنے عقب میں کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔

میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں....." وہ تامل کرتے ہوئے بولا پھر بتایا۔ "نہیں جناب! مجھے اس بارے میں کچھ پتا نہیں۔"

اسی قسم کا جواب وہ پہلے بھی دے چکا تھا۔ میں نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے دوستانہ انداز میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ ہمارے درمیان ہونے والی باتیں ہم دونوں ہی کے بیچ رہیں گی۔"

میں نے اس کے اچانک چونک کر پیچھے دیکھنے سے اندازہ لگایا کہ وہ مجھے کوئی خاص بات بتانا چاہتا ہے لیکن اسے ڈر ہے کہ کوئی اور سن نہ لے۔

"تھانے دار جی!" وہ جز بز ہوتے ہوئے بولا۔ "میں نے آپ سے سچ بولنے کا وعدہ کیا ہے، یہ سچ ہے کہ مجھے پینو اور نواز کے تعلقات کا علم نہیں تھا۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور پوچھا۔ "پینو سے تمہاری شادی کتنا عرصہ پہلے ہوئی تھی؟"

"کوئی سات، ساڑھے سات سال ہوگئے ہیں۔"

"پھر تو تم اپنی بیوی کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہوگے؟" میں نے پوچھا۔

یہ سوال میں نے بڑے معنی خیز انداز میں کیا تھا۔ وہ الجھ کر رہ گیا اور اس کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا۔ "جی....."

"دیکھو، میری بات کا برا نہیں منانا۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں نے اب تک پینو کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں، وہ اطمینان بخش نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہیں۔ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

وہ پلک جھپکتے میں میری بات کی تہ میں پہنچ گیا اور شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "آپ نے کچھ زیادہ غلط نہیں سنا۔"

بات ختم کرتے ہی اس نے گردن جھکالی۔

ایک منٹ کی خاموشی کے بعد میں نے اپنائیت بھرے انداز میں کہا۔ "حنیف! ان حالات میں تمہارا یہ فرض بنتا تھا کہ پینو کو سمجھاتے۔ تم اس کے خاوند تھے؟"

یہ سچ ہے کہ ہر شخص کو آنسو بہانے کے لیے ایک کندھے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے ہمدردی بھرے انداز نے اسے دل کا حال بتانے پر مجبور کردیا۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا پھر ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں..... اسے کیا..... سمجھاتا..... پینو پر تو..... کبھی میرا بس..... نہیں چل سکا۔"

"تم اس کے مجازی خدا تھے۔" میں نے لوہا گرم دیکھتے ہوئے ایک کاری چوٹ لگائی۔ "تمہیں اس پر قانونی، شرعی، اخلاقی..... ہر قسم کا اختیار حاصل تھا۔ تم زبردستی سے بھی کام لے سکتے تھے۔"

"کاش میں ایسا کرسکتا۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ "ساری دنیا یہی سمجھتی ہے کہ میں پینو کا مجازی خدا تھا۔" وہ روہانسا ہوگیا۔

"تو کیا ایسا نہیں تھا؟" میں نے نرم لہجے میں کرید جاری رکھی۔ "مجھے اپنا دوست سمجھو اور سب سچ بتادو۔"

وہ پھٹ پڑا۔ "آج تک پینو نے تنہائی میں مجھے اپنے قریب نہیں آنے دیا۔"

میں چونک اٹھا۔ "حنیف! کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"آپ سیانے ہیں۔" وہ نظر جھکاتے ہوئے بولا۔ "بہت آسانی سے میرا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔"

میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کا اشارہ کس جانب ہے اور اس "سمجھ" سے میرا دماغ سنسنا اٹھا تھا۔ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"تم تو ایک چار سالہ بچے کے باپ ہو..... تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا جو اس قسم کی اوٹ پٹانگ بات کر رہے ہو؟"

"ملک صاحب.....!" وہ نگاہ جھکائے جھکائے دکھی لہجے میں بولا۔ "اگر اولاد قسمت میں لکھی ہو تو وہ مل ہی جاتی ہے۔ کبھی باپ کے طفیل اور کبھی ماں کی کوشش سے....."

اس نے لفظ "کوشش" پر اتنا زور دیا تھا کہ میں سناٹے میں آگیا۔ اس نے ایک تلخ حقیقت بیان کردی تھی۔ اس سلسلے میں اب حنیف سے مزید کسی سوال کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

بات ختم کرکے وہ سسکنے لگا۔ میں نے اسے دل کا غبار دھونے کا موقع دیا۔ اس نوعیت کے لمحات میں وہ کسی حقیر تنکے سے زیادہ ہلکا ہوچکا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ ہچکیوں اور سسکیوں کی مدد سے مجھے اپنی داستان غم سناتا رہا۔ وہ افسوس بھری شرم ناک داستان جو پینو نے اپنے جوتے کی نوک سے اس کے مقدر کے پنے پر رقم کی تھی۔

جب حنیف معتدل ہوگیا اور اس نے اپنی آنکھیں صاف کرلیں تو میں نے اس کے ساڑھو شوکت کو بھی اندر کمرے میں بلالیا۔ اس بات کا مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ دہرے قتل کی اس سنگین واردات میں کسی بھی طور حنیف ملوث نہیں تھا۔ میں نے شوکت کی طرف دیکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"حنیف کو یہ رات تو میرے تھانے کی حوالات ہی میں گزارنا ہوگی۔ کل میں کسی پولیس اہلکار کو نظام آباد بھیج کر اس کے بیان کی تصدیق کراؤں گا۔ اگر اس کی بات درست ثابت ہوئی تو میں اسے گھر جانے کی اجازت دے دوں گا۔"

حنیف نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا۔ "تھانے دار صاحب! مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔"

حنیف کی تائید کے بعد شوکت کے پاس کسی حیل وحجت کی گنجائش نہیں بچی تھی۔ وہ اپنے ساڑھو کو میرے پاس چھوڑ کر واپس شہزادکوٹ چلا گیا۔

جب میں سونے کے لیے لیٹا تو میرا ذہن اسی کیس کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف تھا۔ دو چلتے جاگتے انسان موت کے منہ میں چلے گئے تھے۔ اگر یہ قتل حنیف نے نہیں کیے تھے تو پھر پینو اور نواز کا قاتل کون تھا؟ مجھے جلد از جلد اس خطرناک سوال کا جواب تلاش کرنا تھا۔

میں نے پینو اور نواز کی باہم پیوست لاشوں کا بغور جائزہ لیا تھا اور میرا ذہن اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ انہیں ایک خاص "مصروفیت" میں مشغول، بے خبری کی کیفیت میں موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ وہ جس "حالت" میں تھے، اس کا تقاضا تھا کہ کمرے کے دروازے اور کھڑکی کو بند رکھا جائے۔ اگر قاتل باہر سے آکر ان پر فائرنگ کرتا تو وہ "بے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

خبری'' کی حالت میں موجود تھا۔ روشنی تھے۔ باہر سے آنے والے کو کھڑکی یا دروازہ کھولنا پڑتا اور ایسا ہوتے ہی پینو اور نواز کا چونک جانا لازمی تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ قاتل جو کوئی بھی تھا، وہ پہلے سے اس کمرے میں کہیں چھپا بیٹھا اس موقع کا انتظار کر رہا تھا۔

حنیف کی ذات اس لیے بھی شک کے دائرے سے باہر نکل آئی تھی کہ پینو اسے کھانا کھلانے کے بعد ڈیرے کی طرف آئی تھی لہٰذا حنیف کا پہلے سے اس کمرے کے اندر چھپا ہونا ممکنات میں سے نہیں تھا۔

میں انہی خیالات کے ساتھ فٹ بال کھیلتے ہوئے نیند کی وادی میں پہنچ گیا۔

☆☆☆

آئندہ روز تھانے آتے ہی میں نے ایک پولیس اہلکار کو حنیف کے بیان کی تصدیق کے لیے نظام آباد روانہ کر دیا۔ دوپہر کے وقت حوالدار بہادر علی میرے کمرے میں آیا اور انکشاف انگیز لہجے میں اس نے بتایا۔

''ملک صاحب! آلۂ قتل برآمد ہو گیا ہے۔''

''اوہ.....!'' میں اچھل پڑا۔ ''تم اس پستول کی بات کر رہے ہو جس سے کل پینو اور نواز کو چودھری مبارک کے ڈیرے پر قتل کیا گیا تھا؟''

''جی جی..... میں اسی ریوالور کی بات کر رہا ہوں۔''

''کہاں ہے وہ ریوالور؟''

''آلۂ قتل کی دریافت کا سہرا شوکت کے سر بندھتا ہے ملک صاحب۔'' وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بتانے لگا۔ ''آج صبح ہی صبح اس نے تھانے آ کر بتایا ہے کہ جب اس نے جانوروں کو چارا ڈالنے کے لیے بیل گاڑی کا رخ کیا تو مذکورہ ریوالور اس کی نگاہ میں آ گیا۔ رات گھر پہنچنے کے بعد اس نے بیلوں کو کھول کر گاڑی کو اپنے گھر میں صحن کی ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا لیکن چارا گاڑی کے اوپر ہی رہا تھا۔ آج صبح جب اس نے چارے کو گاڑی سے اتار کر ایک ڈھیر لگایا تو اس کے اندر سے ریوالور نکل آیا۔''

بات کے اختتام پر بہادر علی نے کپڑے میں لپٹے ہوئے آلۂ قتل، اس ریوالور کو میرے سامنے پیش کر دیا۔

میں نے بغور ریوالور کا معائنہ کرنے کے بعد بہادر علی سے پوچھا۔ ''کیا یہ ریوالور اسی طرح کپڑے میں لپٹا ہوا ملا ہے؟''

وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں جناب! کپڑے میں تو اسے میں نے لپیٹا ہے۔ شوکت تو اسے ایسے ہی اٹھا لایا تھا۔''

''کیا حنیف کا ساڑھو شوکت اس وقت تھانے میں موجود ہے؟''

''نہیں ملک صاحب! وہ ریوالور مجھے دینے کے بعد واپس گاؤں چلا گیا تھا۔'' حوالدار نے بتایا۔ ''بتا کر گیا ہے کہ دوپہر کے بعد دوبارہ ادھر آئے گا۔''

''ہوں۔'' میں نے پُرسوچ انداز میں کہا۔ ''کیا اس ریوالور کے حوالے سے تم نے حنیف سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کی؟''

''نہیں جناب..... میں نے ابھی تک اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔'' حوالدار نے جواب دیا۔

آج صبح جب میں نے ایک پولیس اہلکار کو حنیف کے بیان کی تصدیق کے لیے نظام آباد روانہ کیا تو اس کے فوراً بعد ہی ایک اہم امور کی انجام دہی کے لیے مجھے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر جانا پڑ گیا تھا۔ اسی دوران میں شوکت نے وہ ریوالور تھانے پہنچایا تھا۔

''ٹھیک ہے، تم حنیف کو میرے پاس بھیج دو۔'' میں نے حوالدار سے کہا۔ ''میں خود اس سے پوچھ گچھ کرتا ہوں۔''

بہادر علی میرے کمرے سے رخصت ہو گیا۔

یہ جس زمانے کا ذکر ہے، ان دنوں جدید ترین تفتیشی ٹیکنالوجی کے بغیر صرف ہاتھ پاؤں اور دماغ کا استعمال کر کے ہی پیچیدہ کیسز کو حل کیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں فنگر پرنٹس وغیرہ اٹھانے کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا اور نہ ہی عدالت انگلیوں کے نشانات کے ثبوت کو کوئی اہمیت دیتی تھی لیکن یہ ریوالور چونکہ حنیف کی چارے والی بیل گاڑی میں سے برآمد ہوا تھا لہٰذا اس سے اس معاملے پر پوچھ گچھ ضروری ہو گئی تھی۔

جب وہ میرے کمرے میں پہنچا تو میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''حنیف! آلۂ قتل برآمد ہو گیا ہے۔''

بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ ''کہاں سے؟''

''تمہاری بیل گاڑی پر لدے ہوئے چارے کے ڈھیر میں سے۔''

''وہاں..... کس نے رکھا؟'' وہ بے یقینی سے میری طرف دیکھنے لگا۔

''وہ بیل گاڑی کس کی ملکیت ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میری جناب.....!''

''پھر اس سوال کا جواب بھی تم ہی دو گے۔'' میں نے کہا پھر مذکورہ ریوالور کی جھلک اسے دکھانے کے بعد اضافہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کیا۔ ''یہ ریوالور تمہارے ساڑھو شوکت کو چارے کے اندر سے ملا ہے۔ یا تو یہ ریوالور تم نے چارے میں چھپایا تھا یا پھر یہ تمہارے ساڑھو کا کیا دھرا ہے۔''

''میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا تھانے دار صاحب۔''

''پھر یہ شوکت کی کارستانی ہوگی؟''

''نن نہیں.....'' وہ بڑے وثوق سے بولا۔ ''شوکت مجھے کسی چکر میں پھنسانے کے لیے ایسی نیچ حرکت نہیں کرسکتا۔ میں شوکت کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں مگر.....''

اس نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا تو میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔ ''مگر کیا؟''

''مجھے لگتا ہے.....'' وہ ہیجانی انداز میں بولا۔ ''یہ وحید کی شیطانی ہوسکتی ہے۔''

وحید کے نام پر میرا چونک جانا لازمی تھا۔ میں نے حنیف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟''

''پتا نہیں، میری مت ماری گئی ہے۔'' وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ''یہ بات مجھے کل رات کیوں نہیں یاد آئی۔''

''رات گئی، بات گئی۔'' میں نے بہ دستور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''اگر اب کوئی اہم بات تمہیں یاد آہی گئی ہے تو فوراً مجھے بتاؤ۔''

''جناب! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' وہ جذبات سے معمور لہجے میں بتانے لگا۔ ''کل جب میں کٹی ہوئی گھاس کو اپنی بیل گاڑی پر رکھ رہا تھا تو وحید میرے پاس آیا تھا۔ اس نے مجھ سے ادھر ادھر کی دو چار باتیں کیں پھر وہ چارے کو گاڑی پر رکھنے میں میری مدد کرنے لگا۔ مجھے لگتا ہے، وحید نے میری نظر بچا کر یہ ریوالور گھاس والے انبار میں کہیں چھپا دیا ہوگا۔''

حنیف کے انکشاف نے میرے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑا دی تھی۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ وحید سے ابھی تک میری ملاقات نہیں ہوسکی تھی حالانکہ میں اس کا تفصیلی انٹرویو کرنے کے موڈ میں تھا۔ وہ مقتول نواز کے ساتھ ڈیرے پر ہی رہتا تھا لہٰذا وہ دہرے قتل کی اس سنگین واردات پر بہتر انداز میں روشنی ڈال سکتا تھا۔

''وحید تمہارے پاس کتنے بجے آیا تھا؟''

حنیف نے جواب دیا۔ ''اس وقت ساڑھے تین یا چار بجے ہوں گے۔ میں اس کے بعد ہی نظام آباد کی طرف گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر پہلے میں نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔''

''فائرنگ کی آواز.....'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ''یہ تم بالکل نئی بات بتا رہے ہو۔''

''جی..... میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

''فائرنگ کی آواز کس طرف سے آئی تھی؟'' میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

''ڈیرے کی طرف سے جناب!''

''اوہ.....!'' میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا پھر تصدیق طلب نگاہ سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''فائرنگ کی یہ آواز تم نے وحید کے آنے سے پہلے سنی تھی یا اس کے جانے کے بعد؟''

''میں نے یہ آواز وحید کے آنے سے پہلے سنی تھی۔'' اس نے بتایا۔

''کتنی دیر پہلے؟'' میرے دماغ میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔

''کوئی لگ بھگ ایک گھنٹا پہلے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''لیکن یہ میرا اندازہ ہے۔ اس میں دس پندرہ منٹ کا فرق ہوسکتا ہے۔ ہاں، یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ فائرنگ کی وہ آواز پینو کے جانے اور وحید کے آنے کے درمیان کسی وقت سنائی دی تھی۔''

''تو کیا تم نے وحید سے اس فائرنگ کے حوالے سے پوچھا تھا؟''

''جی، پوچھا تھا مگر اس نے بتایا کہ وہ بڑی نہر کی طرف سے آرہا ہے اور یہ کہ اس نے فائرنگ کی کوئی آواز نہیں سنی۔''

حنیف کے پہلے بیان کے مطابق، پینو کم و بیش ڈیڑھ بجے دوپہر اس کے پاس سے رخصت ہوئی تھی اور وحید لگ بھگ ساڑھے تین بجے حنیف کے پاس پہنچا تھا۔ اس حساب سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ پینو کوئی پونے دو بجے ڈیرے پر پہنچی ہوگی اور ڈھائی، پونے تین بجے کے اریب قریب اسے نواز کی معیت میں موت کی نیند سلا دیا گیا تھا۔ وقت کے حوالے سے یہ میرا محتاط اندازہ تھا۔ موت کا درست وقت پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہی سے پتا چل سکتا تھا۔

حنیف سے سنسنی خیز پوچھ تاچھ کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ اس کا ساڑھو شوکت بھی تھانے پہنچ گیا۔ میں نے فوراً اسے اپنے کمرے میں بلا لیا۔ ہمارے بیچ مزید دس منٹ تک اسی موضوع پر بات ہوتی رہی پھر میں نے حنیف کو شوکت کے ساتھ موضع شہزاد کوٹ جانے کی اجازت دے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دی۔ ان دونوں کی طرف سے میرا ذہن صاف ہو گیا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ان دونوں کا پینو اور نواز کے قتل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

گزشتہ روز چودھری مبارک نے اپنی حویلی میں مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ وحید کو میرے پاس تھانے بھیج دے گا۔ میں چونکہ دن کے ابتدائی حصے میں، تھانے میں موجود نہیں تھا لہٰذا وحید کے بارے میں، میں نے حوالدار بہادر علی سے استفسار کیا۔

''نہیں ملک صاحب!'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''چودھری کا نوکر وحید تو ادھر پھٹکا بھی نہیں۔''

''اگر وہ ادھر نہیں پھٹکا تو اب اس کے ادھر پھٹکنے کا وقت آ گیا ہے۔'' میں نے زہر خند لہجے میں کہا۔

''آپ حکم کریں ملک صاحب؟'' بہادر علی یکا یک ریڈ الرٹ ہو گیا۔

''حکم تو میں تمہیں بعد میں دوں گا۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''پہلے تم اس شیطان کی اولاد کو یہاں تو حاضر کرو۔''

وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔ ''آپ فکر ہی نہ کریں ملک صاحب۔ میں ابھی گیا اور ابھی آیا۔''

''تمہیں سیدھا چودھری مبارک کے ڈیرے پر پہنچنا ہے۔'' میں نے تاکیدی لہجے میں کہا۔ ''وحید کو اس وقت ڈیرے پر ہی موجود ہونا چاہیے۔ تم اپنے ساتھ دو کانسٹیبلوں کو بھی لے جاؤ اور وحید کو گرفتار کر کے تھانے لے آؤ۔'' لمحاتی توقف کر کے میں نے ایک گہری سانس لی پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''ایک بات کا خاص طور پر خیال رکھنا بہادر علی۔ وحید چاہے جتنی بھی کوشش کر لے مگر کسی بھی صورت اسے چودھری مبارک سے ملنے نہیں دینا۔''

وہ سینہ ٹھونکتے ہوئے بولا۔ ''اچھی طرح سمجھ گیا ملک صاحب۔''

موجودہ حالات کی پل پل بدلتی صورت میں وحید کی ذات انتہائی مشکوک ہو گئی تھی اور حنیف کے تازہ ترین انکشافات کے بعد تو وحید کو ٹرائل روم کی سیر کرانا بے حد ضروری ہو گیا تھا۔

☆☆☆

شام سے چند منٹ پہلے حوالدار بہادر علی، وحید کو گرفتار کر کے تھانے لے آیا۔ وحید اپنی گرفتاری پر اگرچہ کافی پریشان نظر آتا تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ حوالدار کو مخطرناک نتائج کی دھمکیاں دینے سے باز نہیں آ رہا تھا۔

میں نے اپنے حوالدار سے پوچھا۔ ''اس سرکاری سانڈ کو گرفتار کرنے میں تمہیں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی؟''

''جناب! اس کمبخت کی زبان درازی نے بڑی کھپ ڈال رکھی ہے۔'' بہادر علی نے ناپسندیدہ نظر سے وحید کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا۔ ''یہ ایس پی اور آئی جی تک اپنی پہنچ کی باتیں کر رہا ہے۔''

''کیا تم نے اس کی زبان بندی کے لیے کوئی وظیفہ نہیں پڑھا؟'' میں نے معنی خیز انداز میں بہادر علی سے دریافت کیا۔

''ابھی تک تو میں نے اسے بس، دو چار جھانپڑ ہی رسید کیے ہیں۔'' وہ دونوں ہاتھوں کو ملتے ہوئے بولا۔ ''اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے اسے میری تحویل میں دے دیں تو اگلی پچھلی ساری کسر نکال دوں گا۔''

''فکر نہ کرو بہادر علی۔'' میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ ''اس بندے کے تیور تو یہی بتا رہے ہیں کہ ایک دو گھنٹے کے لیے تمہیں اس کی مہمان داری کا موقع ضرور ملنا چاہیے لیکن فی الحال اسے تم تھوڑی دیر کے لیے میرے کمرے میں چھوڑ دو۔ پہلے میں اس کی خیر خیریت پوچھوں گا۔ تمہاری ''باری'' بعد میں آئے گی۔''

بہادر علی میری بات کو سمجھ گیا۔ اس کے کمرے سے رخصت ہونے کے بعد میں وحید کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وحید کی عمر لگ بھگ پچیس سال رہی ہو گی۔ وہ ایک ہٹا کٹا انسان تھا۔ وہ عام سی شکل و صورت کا مالک ایک تیز طرار بندہ نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کسی لومڑی ایسی مکاری اور کسی سانپ جیسی چمک پائی جاتی تھی۔ اس نے میرے ساتھ تو وہ لب و لہجہ اختیار نہیں کیا جس میں وہ بہادر علی سے گفتگو کر چکا تھا تاہم خاصی برہمی سے مستفسر ہوا۔

''تھانے دار صاحب! آپ نے مجھے کس جرم میں گرفتار کیا ہے؟''

''تمہارا جرم بہت سنگین ہے۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''اگر شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم اپنا جرم قبول کر لو گے تو تمہارے لیے بہت سی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی ورنہ میں تمہیں جلاد کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔''

''جلاد..... کون جلاد؟'' وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

''میں حوالدار بہادر علی کی بات کر رہا ہوں۔'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''جو تمہیں گرفتار کر کے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

یہاں لایا ہے اور اس کے دل میں تمہاری خاطر داری کی خواہش کروٹیں لے رہی ہے۔"

بہادر علی کے ذکر پر اس نے برا سا منہ بنایا پھر کمال ڈھٹائی سے بولا۔ "جب میں نے کوئی جرم کیا ہی نہیں تو پھر اقبالِ جرم کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"جواب اور سوال پیدا کرنے کا کام مجھے بہت اچھی طرح آتا ہے اور یہ پیداوار میں تمہارے اندر سے حاصل کروں گا۔"

وہ الجھی ہوئی نظر سے مجھے تکنے لگا۔ میں نے اپنی میز کی دراز میں ہاتھ ڈالا پھر کپڑے میں لپٹا ہوا ریوالور نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا۔ "جانتے ہو، یہ کیا ہے؟"

"کیا ہے؟" وہ مکاری سے بولا۔

"یہ بتیس بور کا ریوالور ہے۔" میں نے کپڑے کی تہوں کو کھولتے ہوئے کہا۔ "اور اسی ریوالور کی مدد سے نواز اور پینو کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے..... میری بات آئی سمجھ میں؟"

ریوالور کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں شاطرانہ چمک پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔ میری تجربہ کار نگاہ کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ وحید اس ریوالور کو اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ اپنی تصدیق کی خاطر میں نے اس سے پوچھ لیا۔

"اس ریوالور کو پہچانتے ہو.....؟"

"یہ ایک ہتھیار ہے جناب!" وہ نپے تلے الفاظ میں بولا۔

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ یہ ایک ہتھیار ہے۔" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ "میں نے اس کی شناخت کے بارے میں تم سے سوال کیا تھا؟"

"میں اس ہتھیار کو کیوں پہچانوں۔" اس کی ہٹ دھرمی میں کوئی فرق نہ آیا۔ "اس ریوالور کا مجھ سے کیا لینا دینا تھانے دار صاحب؟"

"اس کا مطلب ہے کہ تم شرافت سے اس بات کا اقرار نہیں کرو گے کہ اس ریوالور کو تم نے حنیف کی چارے والی بیل گاڑی میں چارے کے اندر چھپایا تھا؟" میں نے اس کے چہرے پر نگاہ جما کر سلگتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ جھوٹ ہے۔" وہ چیخ سے مشابہ آواز میں بولا۔ "آپ خوامخواہ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔"

"یہ تھانہ ہے، تمہاری خالہ کے گھر کا صحن نہیں۔" میں نے اسے ایک زوردار دبکا مارا۔ "اگر اب تم نے اونچی آواز میں بات کی تو میں تمہاری زبان کو گدی سے کھینچ کر باہر نکال

جوار بھاٹا آف دی جوک

بیوی۔ "میں بازار جا رہی ہوں، ایک ہزار روپے کی ضرورت ہے۔"

شوہر (غصے سے)۔ "تمہیں روپوں سے زیادہ عقل کی ضرورت ہے۔"

بیوی۔ "مگر آپ سے وہی چیز مانگی جا سکتی ہے، جو آپ کے پاس ہو۔"

☆☆☆

استاد (شاگرد سے) "بتاؤ اکبر اعظم کی کل کتنی بیویاں تھیں؟"

شاگرد۔ "سر! مجھے کیا معلوم، میں تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔"

☆☆☆

ایک لڑکا۔ "کیا تمہیں وہ لڑکی یاد ہے ابھی تک جس سے تم نے پہلی مرتبہ محبت کی تھی؟"

دوسرا لڑکا۔ "نہیں! میری یادداشت بہت کمزور ہے۔ مجھے تو وہ لڑکی بھی یاد نہیں، جس نے آج صبح مجھ سے اظہار محبت کیا تھا۔"

مرسلہ۔ سردار ظفر اقبال وڑائچ، جودھ پور کبیر والا ضلع خانیوال

لطیفہ

سردار اپنے دوست سے۔ "یار! اپنی گرل فرینڈ کو تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ بتاؤ کیا دوں؟"

دوست۔ "سونے کی انگوٹھی....."

سردار۔ "یار! کوئی بڑی چیز بتاؤ....."

دوست۔ "ٹریکٹر والا پچھلا ٹائر دے دے۔"

مسکرائیے

دو دوست ہوٹل میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "یار! تم میری ماں بن جاؤ اور اپنے ہاتھ سے میری پلیٹ میں کھانا ڈالتے جاؤ۔"

کھانے کے بعد دوسرے نے کہا۔

"اب تم میرے باپ بن جاؤ اور بل ادا کرو۔"

مرسلہ۔ عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

لوں گا۔ پھر زندگی بھر بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

میرے اچانک بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر اس کے جارحانہ انداز میں خاصی کمی واقع ہوئی پھر وہ معتدل لہجے میں بولا۔ "تھانے دار صاحب! میں اس ریوالور کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"گویا تم اس بات سے انکاری ہو کہ تم نے اس ریوالور کی مدد سے پنو اور نواز کا خون کیا ہے؟" میں نے ایک خاص چال چلتے ہوئے کہا۔

"میں نے کسی کا خون نہیں کیا۔" وہ قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ اتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں تو اس کا کوئی ثبوت بھی ہے آپ کے پاس؟"

"ہاں، ہے ثبوت..... بہت ٹھوس ثبوت!" میں نے اپنے ذہن میں موجود منصوبے کے تحت کہا۔

"کیا ثبوت ہے؟" اس نے متذبذب لہجے میں پوچھا۔

"فنگر پرنٹس کی رپورٹ ہے میرے پاس۔" میں نے بہ دستور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس ریوالور کا لیبارٹری ٹیسٹ کرایا ہے اور اس پر تمہاری انگلیوں کے واضح نشانات پائے گئے ہیں۔"

وہ میری چال میں آگیا اور جلدی سے بولا۔ "یہ نہیں ہوسکتا..... میں نے تو....." بات ادھوری چھوڑ کر وہ وحشت زدہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

میرے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے میری چال میں پاؤں رکھ کر میرا کام آسان کر دیا تھا۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں ہوسکتا یہ..... اس لیے نا کہ تم نے ریوالور کو چارے کے ڈھیر میں چھپاتے وقت اس پر سے اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کر دیے تھے..... ہیں نا؟"

"میں نے کسی کو قتل وتل نہیں کیا۔" اس کی ڈھٹائی میں کوئی کمی واقع نہیں ہو رہی تھی۔ "آپ کو میرے بارے میں کوئی شدید قسم کی غلط فہمی ہوگئی ہے۔"

"غلط فہمی کی اولاد....." میں نے گھور کر اسے دیکھا۔ "کیا یہ درست ہے کہ کل دن میں لگ بھگ ساڑھے تین، چار بجے تم ادھر کھیتوں میں حنیف سے ملے تھے اور تم نے گاڑی پر چارا لادنے میں حنیف کی مدد بھی کی تھی؟"

"جناب! میں نے تو کل کا پورا دن حنیف کی شکل ہی نہیں دیکھی۔" وہ بڑے اعتماد کے ساتھ بولا۔

اس کی دروغ گوئی نے مجھے سلگا کر رکھ دیا تاہم میں نے سوالات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"کیا یہ بھی درست نہیں ہے کہ جب تم حنیف کے پاس پہنچے تو اس نے تم سے فائرنگ کے بارے میں سوال کیا تھا اور تم نے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے حنیف کو بتایا تھا کہ تم تو بڑی نہر کی طرف سے آرہے ہو لہٰذا تم نے فائرنگ کی آواز نہیں سنی؟"

"یہ بات بھی بالکل جھوٹ ہے۔" وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "پتا نہیں، حنیف کو مجھ سے کیا دشمنی ہے جو اس نے میرے خلاف ایسی بکواس کی ہے؟"

"کیا جھوٹ ہے؟" میں نے بال کی کھال نکالنا ضروری سمجھا۔ "فائرنگ کا ہونا..... یا..... حنیف کا تم سے پوچھنا؟"

"میں حنیف کی بات کر رہا ہوں تھانے دار صاحب۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میں حنیف سے ملا، نہ اس نے مجھ سے فائرنگ کے بارے میں پوچھا اور نہ ہی میں نے اسے اس حوالے سے کوئی جواب دیا۔"

"اس کا مطلب ہے، پہلی بات درست ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے سوال کیا۔ "یعنی فائرنگ ہوئی تھی؟"

"جی بالکل، فائرنگ ہوئی تھی۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "میں اس وقت بڑی نہر کی دوسری جانب تھا۔ فائرنگ کی آواز سن کر میں نے ڈیرے کی سمت دوڑ لگا دی تھی۔"

وہ دھیرے دھیرے میرے پھیلائے ہوئے دام میں پھنستا جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "جب تم نے ڈیرے کی طرف فائرنگ کی آواز سنی، اس وقت تم ادھر نہر کی دوسری جانب کیا کر رہے تھے؟"

حنیف کے بیان کی یکسر تردید کر کے وہ اپنے جرم پر مہر تصدیق تو ثبت کر ہی چکا تھا۔ اب زبانی اقرار کے لیے میں اس کے ساتھ محنت کر رہا تھا۔ میرے سوال کے جواب میں اس نے بتایا۔

"تھانے دار صاحب! کل دوپہر میں، میں نے اور نواز نے ایک ساتھ کھانا کھایا تھا۔ جب لگ بھگ ایک بجے ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو نواز نے مجھ سے کہا کہ میں نہر کی دوسری جانب واقع چودھری صاحب کی زمینوں میں چلا جاؤں، ان زمینوں میں کچھ کام تھا۔ میں دو بجے وہاں پہنچا اور اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔" لمحے بھر کے لیے وہ رکا، ایک گہری سانس خارج کی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''مجھے کام میں لگے ابھی آدھا گھنٹا ہی ہوا تھا کہ ڈیرے کی طرف سے ''ڈشواں، ڈشواں'' فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں نے کام چھوڑ کر ڈیرے کی جانب دوڑ لگا دی۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے پینو اور نواز کو بڑی شرم ناک حالت میں دیکھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی کہ نواز نے اپنے اسی ''پروگرام'' کے لیے مجھے ڈیرے سے ہٹا کر کام کے بہانے نہر کی دوسری سمت والے کھیتوں میں بھیجا تھا۔''

''وحید.....'' وہ اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہوا تو میں نے اسے مخاطب کرلیا۔ ''تمہاری بات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تم نواز اور پینو کے باہمی تعلقات کے بارے میں کافی کچھ جانتے تھے؟''

''جی ہاں، یہ بات درست ہے۔'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے ان کے ربط ضبط کا کچھ کچھ اندازہ تو تھا لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ دونوں بے حیائی کی آخری حدود کو بھی پھلانگ ڈالیں گے۔ انہوں نے تو بے غیرتی کی انتہا کردی تھانے دار صاحب.....!''

''اسی لیے تم نے انہیں موت کی گہری نیند سلا دیا؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

''آپ خوامخواہ مجھ پر شک کررہے ہیں جناب۔'' وہ گڑبڑائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''میری بھلا ان دونوں سے کیا دشمنی..... میں ایسا کیوں کروں گا؟''

''اگر تمہارا ان دونوں سے کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا تو پھر تم نواز کی گھر والی مریم کو الٹی سیدھی پٹیاں کیوں پڑھاتے رہتے تھے؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔ ''تم نے مریم سے کہا تھا نا کہ وہ نواز پر نظر رکھے کیونکہ نواز کے ساتھ پینو کا کوئی چکر چل رہا ہے۔ تم نے مریم کو یہ بھی بتایا تھا کہ پینو، نواز سے ملنے ڈیرے پر بھی آتی رہتی ہے۔ تمہاری یہ چال نواز سے تمہاری دشمنی کو ظاہر کرتی ہے..... بتاؤ، کرتی ہے یا نہیں؟''

''ایسی کوئی بات نہیں جناب۔'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نواز تو میرا بہت اچھا دوست تھا۔ مجھے اس کی موت کا سخت دکھ ہے۔ میں اس کے خلاف ایسی گھٹیا بات کیوں کروں گا۔ آپ کو یہ کس نے بتایا ہے؟''

''اگر کسی اور نے بتایا ہوتا تو شاید میں اس کی بات کا یقین نہ کرتا۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''لیکن یہ بات ایک ایسے شخص کی زبانی مجھ تک پہنچی ہے کہ میں اسے نظر انداز نہیں کرسکتا۔''

''کس شخص نے آپ کو یہ سب بتایا ہے؟'' وہ چونکے ہوئے لہجے میں بولا۔

''مریم نے.....!'' میں نے انکشاف انگیز انداز میں کہا۔

''وہ..... جھوٹ بولتی ہے.....'' وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں نے تو کبھی اس سے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ یہ سب کچھ اس نے اپنے طور پر ہی سوچ لیا ہوگا۔ وہ بھی کیا کرے بے چاری.....'' لمحاتی توقف کر کے اس نے گہری سانس خارج کی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''آپ نے مریم کو دیکھا ہے نا..... نہ منہ، نہ متھا۔ تے جن پہاڑوں لتھا۔ نواز اور مریم کا کوئی جوڑ ہی نہیں جناب۔ مجھے تو یہی لگتا ہے کہ مریم پاگل ہوگئی ہے۔''

میں مریم سے تفصیلی ملاقات کرچکا تھا۔ کسی انسان کی شکل صورت پر کوئی منفی تبصرہ کرنا بداخلاقی کے زمرے میں آتا ہے۔ احترامِ آدمیت کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی باتوں سے اجتناب برتا جائے البتہ وحید کی اس بات سے مجھے مکمل اتفاق تھا کہ مریم اور نواز کی جوڑی نگاہ میں جچتی نہیں تھی۔

''حنیف جھوٹا ہے اور مریم نے بھی تمہارے حوالے سے دروغ گوئی کی ہے۔'' میں نے تیکھی نظر سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''صرف ایک تم ہی اس دنیا میں سچے اور کھرے انسان ہو لیکن میری ایک بات اچھی طرح اپنے دماغ میں بٹھالو.....''

میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا تو وہ متجسس انداز میں مجھے تکنے لگا۔ میں نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''وحید! تم میرے ہاتھ لگے ہو تو میں تمہیں تھانے کی حوالات سے سیدھا جیل بھی پہنچاؤں گا اور اس سلسلے میں استغاثہ کے دو گواہوں کا بیان میرے کام کو بہت آسان کردے گا۔''

وہ اضطراری لہجے میں مستفسر ہوا۔ ''کون سے دو گواہ.....؟''

''مقتول نواز کی بیوی مریم.....'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''اور مقتولہ پینو کا شوہر حنیف!''

میری یہ بات سن کر وہ بہت زیادہ گھبرا گیا اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے آئیں بائیں شائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کرنے لگا۔ میں نے اسے حوالدار بہادر علی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''بہادر علی! آج کی رات کے لیے یہ تمہارا مہمان ہے۔ تم اس کی ''خاطر داری'' کے سلسلے میں اپنا ہر ''ارمان'' پورا کرسکتے ہو۔''

بہادر علی کی باچھیں کھل گئیں۔

☆☆☆

آنے والا دن بڑا سنسنی خیز اور مختلف زاویوں سے مصروف ثابت ہوا۔ میں نے جس پولیس اہلکار کو حنیف کے بیان کی تصدیق کے لیے نظام آباد روانہ کیا تھا، وہ واپس آگیا اور اس نے بتایا کہ حنیف واقعی عارف سے اپنی رقم لینے نظام آباد گیا تھا مگر عارف نے اسے آئندہ وعدے پر ٹال دیا تھا۔ کانسٹیبل کی اس تصدیق کے بعد حنیف کا نام مکمل طور پر شک کے دائرے سے باہر نکل گیا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ وہ پپو اور نواز کے دہرے قتل میں ملوث نہیں تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں سرکاری اسپتال سے نواز اور پپو کی پوسٹ مارٹم شدہ لاشیں بھی آگئیں اور اس کے ساتھ ہی ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر سے میرا بلاوا بھی۔ میں جس کام کے لیے گزشتہ روز ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر گیا تھا، وہ ابھی پوری طرح نمٹا نہیں تھا لہٰذا وہاں دوبارہ میری ضرورت پیش آگئی تھی۔ میں نے بلاوا لانے والے سرکاری اہلکار کو تھانے میں بٹھایا اور سرکاری اسپتال سے آنے والی لاشوں کے معاملے کو نمٹانے میں مصروف ہوگیا۔ یہ کام سب سے زیادہ ضروری تھا۔

پوسٹ مارٹم شدہ لاشوں کے ساتھ پوسٹ مارٹم شدہ رپورٹ بھی آئی تھی۔ مذکورہ رپورٹ کے مطابق دونوں افراد یعنی پپو اور نواز کی موت وقوعہ کے روز سہ پہر دو سے تین بجے کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ انہیں بے خبری میں موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ فائرنگ اتنی اچانک تھی کہ وہ ''سنبھل'' بھی نہیں پائے تھے اور جہاں تھے، جس حال میں تھے، جوں کے توں اناللہ ہوگئے تھے۔ چار گولیاں نواز کے بدن میں اور دو گولیاں پپو کے جسم میں پیوست ہوئی تھیں۔ بتیس بور کی ان چھ گولیوں نے ان کے اعمال کے زندہ ثبوت کے ساتھ انہیں لقمۂ اجل بنا دیا تھا۔

میں نے ضروری کاغذی کارروائی مکمل کرنے کے بعد مقتولین نواز اور پپو کے لواحقین کو تھانے بلا کر لاشیں ان کے حوالے کردیں۔ اس کام سے نمٹنے کے بعد میں نے حوالدار بہادر علی کو اپنے کمرے میں بلایا اور پوچھا۔

''تمہارے مہمان کا کیا حال ہے بہادر علی؟''

میرا اشارہ وحید کی جانب تھا۔ گزشتہ رات میں نے وحید کو حوالدار کے سپرد کیا تھا۔ بہادر علی نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے جواب دیا۔

''ملک صاحب! میں نے کبھی آپ کو مایوس کیا ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے، وحید نے اقبالِ جرم کرلیا ہے؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ ''اس نے نہ صرف اقبالِ جرم کیا ہے بلکہ اس دہرے قتل کے پس منظر کی بڑی سنگین کہانی بھی سنا ڈالی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں ذرا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کا چکر لگا آؤں پھر یہ سنگین کہانی بھی سنوں گا اور مجرم کا اقبالی بیان بھی نوٹ کروں گا۔ کل میں نے وحید کو حوالۂ عدالت کرنا ہے۔ تم حوالاتی پر کڑی نگاہ رکھنا۔ میں شہر سے جلدی لوٹ آؤں گا۔''

''آپ بے فکر ہوکر جائیں ملک صاحب۔'' وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ ''میں یہاں کے معاملات سنبھال لوں گا۔''

تھوڑی دیر کے بعد میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر جانے کے لیے تھانے سے نکل ہی رہا تھا کہ چودھری مبارک وہاں پہنچ گیا۔ وحید کی گرفتاری اس کے علم میں آچکی تھی۔ وہ اس وقت خاصا برہم نظر آتا تھا۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

''ملک صاحب! آپ نے یہ کیا بدمعاشی لگا رکھی ہے؟''

میں بالکل انجان بن گیا اور پوچھا۔ ''کیا ہوگیا چودھری صاحب! اتنی گرمی کیوں دکھا رہے ہیں؟''

''میں گرمی نہ دکھاؤں تو کیا دھنیا پی کر سو جاؤں۔'' وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''آپ نے قاتل کو کھلا چھوڑ رکھا ہے اور ایک بے گناہ انسان کو پچھلی رات سے حوالات میں ڈال رکھا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟''

''یہ وہاں کا انصاف ہے جس دنیا میں آپ اور میں سانس لے رہے ہیں۔'' میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ''آپ اپنے جس لاڈلے کو بے گناہ گردان رہے ہیں نا..... اس نے اقبالِ جرم کرلیا ہے۔''

''ہیں..... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' وہ بھونچکا رہ گیا۔

''کیا کیسے ہوسکتا ہے؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔ ''آپ کو وحید کے قاتل ہونے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پر حیرانی ہے یا اس کے اقبالِ جرم کرنے پر کوئی پریشانی؟"

"نن..... نہیں....." وہ تیزی سے سنبھلتے ہوئے بولا۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔"

"پھر کیسی بات ہے چودھری صاحب؟"

"وہ..... میں..... یہ کہہ رہا تھا کہ..... مجھے یقین ہے کہ وحید بے گناہ ہے۔" وہ اضطراری لہجے میں بولا۔ "آپ اسے چھوڑ دیں تو اچھا ہے۔"

"کیا اچھا ہے اور کیا برا، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔" میں نے سلگتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں تو کسی بھی قیمت پر وحید کو چھوڑنے والا نہیں۔ میں صبح اسے عدالت کے حوالے کر رہا ہوں۔ آپ نے اپنے بندے کو چھڑانے کے لیے جو بھی زور لگانا ہے، وہ عدالت میں لگا لیجیے گا۔ فی الحال تو میں ایک ضروری کام سے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں۔ میں آپ کو مزید ایک منٹ بھی نہیں دے سکتا۔"

"ملک صاحب!" وہ بڑی رعونت سے بولا۔ "آپ کو میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔ میری پہنچ اوپر تک ہے۔ آپ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر جا کر جن افسران کے دفاتر کے سامنے اٹین شن کھڑے ہوتے ہیں اور جنہیں سیلیوٹ مارنا آپ پر لازم ہے، وہ لوگ میرے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مجھ سے اڑنا آپ کو بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔"

"چودھری مبارک! کان کھول کر میری بات سن لو اور اگر توفیق ہو تو اسے اپنے پلے بھی باندھ لو۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "تمہاری پہنچ اوپر تک ہوگی مگر میری پہنچ اوپر والے تک ہے۔ جہاں تک آپ کو اپنی طاقت پر غرور ہے تو اب ہاتھوں میں ہاتھ تو ڈل ہی گئے ہیں۔ کس کے بازوؤں میں کتنا دم ہے، اس بات کا فیصلہ جلد ہی ہو جائے گا اور....." لمحاتی توقف کر کے میں نے ایک بوجھل سانس خارج کی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنے جن دوستوں کا ذکر کیا ہے، وہ میرے افسر ضرور ہیں اور میں احتراماً انہیں سیلیوٹ بھی کرتا ہوں لیکن آج تک میں نے کسی بھی افسر کے کسی بھی غلط حکم کی تعمیل نہیں کی کیونکہ میری گردن صرف اس ذات کے سامنے جھکتی ہے جو افسروں کا افسر اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ وہی میرا مالک ہے، میرا خالق ہے اور میرا رازق ہے۔ میں صرف اسی کے حکم کا غلام ہوں۔"

وہ چند لمحات تک معاندانہ نظر سے مجھے گھورتا رہا پھر دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔ "میں تمہیں بھی دیکھ لوں گا اور تمہارے تھانے دار کو بھی۔"

میں نے بہادر علی کو اپنے پاس بلا کر ضروری ہدایات دیں پھر ایک تانگے میں بیٹھ کر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

میری واپسی شام سے تھوڑی دیر پہلے ہوئی تھی اور جب میں نے تھانے میں قدم رکھا تو وہاں کا نقشہ بدل چکا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ ایک گھنٹا پہلے چودھری مبارک کا بیٹا چودھری تبارک تھانے آیا تھا اور اس نے حوالاتی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ چودھری تبارک کا انداز اپنے باپ کے برعکس بہت ہی معقول اور نرم تھا، لہٰذا حوالدار نے اسے وحید سے چند باتیں کرنے کی اجازت دے دی اور بہادر علی کا یہ اجازت دینا ہی قیامت خیز ثابت ہوا تھا۔

وحید اور تبارک میں کسی بات پر تکرار ہوئی اور چودھری تبارک نے طیش میں آ کر اپنا پستول نکال لیا تھا پھر وحید کا سینہ چھلنی کر کے وہ وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔ میں نے حوالدار سے کہا۔

"بہادر علی! یہ تو بہت برا ہوا۔ کیا تم نے وہ کام کر ڈالا تھا جس کی میں نے جاتے ہوئے تمہیں ہدایت کی تھی؟"

"آپ کا شاگرد ہوں ملک صاحب!" وہ فخریہ لہجے میں بولا۔ "آپ کے حکم کی تعمیل میں کوئی کوتاہی کیسے کر سکتا ہوں۔ چودھری تبارک نے وحید کو قتل کر کے ہمارا کام اور بھی آسان کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ نے مجھے اپنی غیر موجودگی میں وحید کا حلفیہ بیان قلم بند کرنے کا فریضہ سونپا تھا نا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے یہ کام بڑے تسلی بخش انداز میں کر دیا ہے اور وحید کے اقبالِ جرم کے نیچے اس کا انگوٹھا بھی لگوا لیا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔ "مگر تم تو کہہ رہے ہو کہ چودھری تبارک نے وحید کو قتل کر کے ہمارا کام آسان کر دیا ہے۔ یہ کیا معما ہے بہادر علی؟"

"آپ وحید کا بیان پڑھیں گے تو ساری بات آپ کی سمجھ میں آ جائے گی۔" وہ تحریری بیان والا کاغذ میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔ "وحید نے چودھری تبارک کے ایما پر ہی نواز اور پنو کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ ویسے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تو چودھری تبارک کو فٹ کرنے کے لیے وحید کا اقبالِ جرم ہی کافی تھا لیکن چودھری تبارک نے فرطِ غضب میں آ کر جو قدم اٹھایا ہے، وہ خود کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ آپ وحید کا بیان پڑھیں گے تو ساری صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔"

میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور وحید کا حلفیہ بیان پڑھنے لگا۔ اس بیان میں وحید نے پینو اور نواز کے قتل کا اقرار کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اس نے یہ مذموم کام چودھری مبارک کے فرزندِ ارجمند چودھری تبارک کے حکم پر کیا تھا۔

واقعات کے مطابق چودھری تبارک کی پینو پر بڑی گہری نظر تھی۔ اس نظر میں اس وقت اور بھی گہرائی پیدا ہو گئی جب پینو نے تبارک کی مفلوج ماں کی مالش کے لیے حویلی آنا جانا شروع کیا۔ چودھری مبارک موضع شہزاد کوٹ کا مطلق العنان بادشاہ تھا اور تبارک اس کا اکلوتا بیٹا لیکن پینو، تبارک کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اس کا دل نواز میں اٹکا ہوا تھا۔ تبارک نے پینو کو اپنی جانب مائل کرنے کے لیے ہر حربہ آزما کر دیکھ لیا لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اسی شکست نما ذلت نے اسے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا اور اس نے وحید کی مدد سے نواز اور پینو کو ٹھکانے لگوا دیا۔

وحید نے اپنے بیان میں بتایا تھا کہ وہ پینو اور نواز کی غیر نصابی سرگرمیوں سے بخوبی آگاہ تھا لہٰذا جب وقوعہ کے روز کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نواز نے اسے نہر کی دوسری جانب والی زمین پر کام کی غرض سے بھیجا تو وہ نواز کو دکھانے کے لیے ڈیرے سے نکل گیا تھا لیکن پھر وہ نواز کی نظر بچا کر اس کمرے میں ایک جگہ چھپ گیا تھا جہاں نواز اور پینو نے اپنے عزائم کی "تکمیل" کرنا تھی۔ بتیس بور کا بھرا ہوا ریوالور وحید کے پاس تھا۔ اپنے چھپنے کا بندوبست اس نے ایک دن پہلے کر لیا تھا۔

جب پینو ڈیرے پر پہنچی تو نواز نے اسے کمرے میں بلا لیا۔ انہوں نے کمرے کا دروازہ اور کھڑکی بند کر لی اور بڑی دیدہ دلیری سے اپنے "کام" میں مشغول ہو گئے۔ نواز کو اس بات کا اطمینان تھا کہ وحید چار بجے سے پہلے واپس نہیں آئے گا۔ اس اطمینان اور بے فکری نے ان دونوں کو اور بھی غیر محتاط کر دیا اور جبلی خواہشات کی تکمیل میں وہ اس قدر اندھے ہو گئے کہ انہیں اپنے گرد و پیش کی کوئی پروا ہی نہ رہی۔ وحید نے ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بے دریغ فائرنگ کر کے انہیں موت کی شرمناک نیند سلا دیا تھا۔

وحید نے اپنے منصوبے کا ایک مرحلہ طے کر لیا تھا۔ دوسرے مرحلے میں اسے آلۂ قتل کو حنیف کے سامان میں چھپانا تھا تاکہ قاتل کی حیثیت سے شک حنیف پر جائے۔ جب ریوالور حنیف کے سامان سے برآمد ہو تو پولیس کا دھیان حنیف کی غیرت مندی کی طرف چلا جائے اور ایسا ہی ہوا بھی تھا لیکن پہلے حنیف کے بیان پھر چودھری مبارک کا وحید کو تھانے میں پیش کرنے سے احتراز اور آخر میں وحید کا میرے سوالات کے سامنے ڈھے جانا..... ان تمام کڑیوں نے مل کر حالات کا پانسا پلٹ دیا تھا اور..... وحید کے حلفیہ بیان نے اس کے پروانۂ موت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی تھی۔

جب حوالات میں وحید سے ملاقات کے بعد چودھری تبارک کو یہ پتا چلا کہ وحید نے اپنے بیان میں حقیقت اگل دی ہے تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا۔ غصے کو اسی لیے حرام کہا جاتا ہے کہ اس کیفیت میں کیا گیا فیصلہ ہمیشہ نقصان ہی دیتا ہے۔ چودھری تبارک نے بھی جوشِ جذبات میں آ کر ایک انتہائی سنگین قدم اٹھا لیا تھا۔ بہرحال، اس نے جو کچھ بھی کیا تھا، اس سے میرا کام آسان ہو گیا تھا۔ اسے پھانسی کے پھندے تک لے جانے کے لیے مجھے کسی خاص کوشش کی ضرورت نہیں تھی۔

دل میں خواہشات کی موجودگی بہت اچھی بات ہے کیونکہ اس سے انسان کی زندگی کو تحرک ملتا ہے لیکن یہ خواہشات اندھی اور بے لگام نہیں ہونا چاہئیں ورنہ ان کے حصول کی خاطر انسان کو تاریک راہوں کی مسافرت اختیار کرنا پڑتی ہے جس کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

پروین عرف پینو اپنی تمام تر خوب صورتی کے باوجود بھی ایک نادان عورت ثابت ہوئی تھی۔ اپنی خواہشات کی تکمیل میں وہ اندھی ہو گئی تھی۔ اس کے حسن اور دل کشی نے دو ہنستے بستے بلکہ..... تین ہنستے بستے گھروں کو اجاڑ کر رکھ دیا تھا۔ حنیف کا گھر، مریم کا گھر اور چودھری مبارک کا گھر۔

چودھری مبارک اور چودھری تبارک جیسے لوگ ہر اچھا برا کام اپنے چمچوں سے کرانے کے عادی ہوتے ہیں اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے جائز اور ناجائز کی پہچان بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے چمچہ گیر افراد زندگی کے ہر شعبے میں نظر آتے ہیں۔ بس انسان کے پاس دیکھنے والی آنکھ ہونا چاہیے اور ایسے لوگوں کے انجام سے نصیحت پکڑنے والا ذہن.....!

(تحریر: حسام بٹ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY